ہفت روزہ
ندائے خلافت
لاہور
9
www.tanzeem.org
10 تا 16 جمادی الثانی 1439ھ/ 27 فروری تا 5 مارچ 2018ء

اس شمارے میں

پاکستان ایک بار پھر دوراہے پر!

اللہ کی معرفت کیسے ملتی ہے؟

مطالعہ کلامِ اقبال (60)

جنوبی اور وسطی ایشیا میں امریکی مفادات

عشق ہے شمشیر تری!

رہ گئی رسمِ اذاں ......

''محاضراتِ علم الحدیث''

مسلم ممالک کے عوام اور حکمران

''جب حکمرانوں کو عوام کی حمایت' اُن کی قربانی اور اُن کے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ مذہبی نعروں کے ذریعے اللہ کے نام کی بلندی اور اسلام کی سربلندی' احکام خداوندی کے اجراء کا لالچ دے کر عوام کی حمایت حاصل کرتے ہیں اور جب ملک وقوم کی قسمت ان سیاسی رہنماؤں کے ہاتھ آ جاتی ہے تو انہیں ملک وقوم کو مغربیت اور سیکولرازم کی راہ پر ڈالنے اور اسلامی قوانین کی ترمیم وتنسیخ کی اتنی جلدی ہوتی ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے قربانیاں دی ہوتی ہیں' یہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہوں نے شاید قربانیاں دے کر غلطی کی ہے۔ یہ اسلامی ممالک کی ایک مسلسل تاریخ ہے جو بلا استثناء تمام اسلامی ممالک میں دہرائی جاتی ہے''۔

''آج جس چیز کو یورپ نے مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے اور اُن کمزوریوں کے باوجود جن کے ساتھ کوئی قوم زندہ نہیں رہ سکتی' وہ نہ صرف زندہ ہے' بلکہ برسرِ اقتدار ہے' وہ شہری زندگی کی ذمہ داری کا احساس اور اور سیاسی شعور ہے۔ یورپ اور امریکا کا اخلاقی بگاڑ انفرادی دائروں میں محدود ہے۔ وہاں آپ کو ایسے لوگوں کی مثالیں شاذ ہی ملیں گی جو قومی خیانت کا ارتکاب کرتے ہوں یا اپنے ملک کو سستے داموں فروخت کر ڈالتے ہوں یا جو حکومت کے اسرار فاش کر دیتے ہوں' یا خراب وناکارہ اسلحہ اور ذخیرہ جنگ کی خریداری کے مُجرم ہوں' جبکہ مسلم ممالک کے قائدین اور اہل اقتدار سے کچھ بعید نہیں کہ وہ کبھی اپنے کسی حقیر فائدے یا لذت وخواہش کے ماتحت اپنے ملک کو رہن رکھ دیں یا اُس کا بیع نامہ لکھ دیں یا اپنی قوم کو کسی ایسی جنگ میں جھونک دیں جو اُس کی مرضی ومصلحت کے خلاف ہو۔ اس سے زیادہ تعجب انگیز بات یہ ہے کہ قوم اس کے باوجود اُن کی قیادت کا جھنڈا لے کر چلتی رہے''۔

ان حالات کی تبدیلی کے لیے کسی سربراہ حکومت' بادشاہ' صدر یا وزیراعظم کی تبدیلی کوئی اہمیت نہیں رکھتی' بلکہ اصل کام یہ ہے کہ قوم کا ضمیر اور شعور اتنا بیدار ہو جائے کہ وہ کسی غلط چیز اور مجرمانہ فعل کو کسی حالت میں اور کسی شخص کے لیے برداشت نہ کرے:

بدلنا ہے تو مے بدلو' نظامِ مے کشی بدلو　　فقط پیمانہ وساغر اگر بدلا تو کیا بدلا

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

الھدیٰ (793)

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

فرعون کا سوال اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا جواب

سُورۃُ طٰہٰ — بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ — آیات: 51 تا 55

قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی ﴿۵۱﴾ قَالَ عِلۡمُہَا عِنۡدَ رَبِّیۡ فِیۡ کِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ وَ لَا یَنۡسَی ﴿۫۵۲﴾
الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا وَّ سَلَکَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ
فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾ کُلُوۡا وَ ارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ
لِّاُولِی النُّہٰی ﴿٪۵۴﴾ مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَ فِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَ مِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾

آیت ۵۱ ﴿قَالَ فَمَا بَالُ الۡقُرُوۡنِ الۡاُوۡلٰی ﴿۵۱﴾﴾ ”فرعون نے کہا: تو پھر پہلی نسلوں کا کیا حال ہوگا؟“

یعنی اگر ہم تمہارا یہ دعویٰ تسلیم کر لیں کہ تم اللہ کے رسول ہو اور تمہاری پیروی میں ہی ہدایت ہے تو پھر ہمارے آباء واجداد جو اس سے پہلے فوت ہو چکے ہیں، ہماری کئی نسلیں جو اس دنیا سے جا چکی ہیں، ان کے پاس تو کوئی رسول نہیں آیا تھا، ان تک ایسی کوئی دعوت نہیں پہنچی تھی اور وہ اسی طریقے پر فوت ہوئے جسے تم گمراہی قرار دے رہے ہو۔ تو ان سب لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ اُن سب کا کیا بنے گا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کمال حکمت سے جواب دیا:

آیت ۵۲ ﴿قَالَ عِلۡمُہَا عِنۡدَ رَبِّیۡ فِیۡ کِتٰبٍ ۚ لَا یَضِلُّ رَبِّیۡ وَ لَا یَنۡسَی ﴿۵۲﴾﴾ ”موسیٰ نے کہا کہ ان کا علم میرے رب کے پاس ایک کتاب کے اندر ہے۔ میرا رب نہ تو بھٹکتا ہے اور نہ ہی بھولتا ہے۔“

میرا ربّ ہی جانتا ہے کہ ایسے لوگ جن کے پاس اللہ کی طرف سے دعوت لے کر کوئی رسول نہیں آیا، ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون اور اس کے درباریوں کو یہ مسکت جواب دینے کے بعد اپنی تقریر جاری رکھی:

آیت ۵۳ ﴿الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمُ الۡاَرۡضَ مَہۡدًا وَّ سَلَکَ لَکُمۡ فِیۡہَا سُبُلًا وَّ اَنۡزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ؕ﴾ ”وہی جس نے زمین کو تمہارے لیے بچھونا بنایا، اور اس میں تمہارے (چلنے کے) لیے راستے بنائے اور آسمان سے پانی نازل کیا۔“

﴿فَاَخۡرَجۡنَا بِہٖۤ اَزۡوَاجًا مِّنۡ نَّبَاتٍ شَتّٰی ﴿۵۳﴾﴾ ”پھر ہم نے اس (پانی) سے نکالے طرح طرح کے نباتات۔“

آیت ۵۴ ﴿کُلُوۡا وَ ارۡعَوۡا اَنۡعَامَکُمۡ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّہٰی ﴿۵۴﴾﴾ ”کھاؤ تم خود بھی اور چراؤ اپنے مویشیوں کو بھی۔ یقیناً اس میں نشانیاں ہیں عقل مندوں کے لیے۔“

آیت ۵۵ ﴿مِنۡہَا خَلَقۡنٰکُمۡ وَ فِیۡہَا نُعِیۡدُکُمۡ وَ مِنۡہَا نُخۡرِجُکُمۡ تَارَۃً اُخۡرٰی ﴿۵۵﴾﴾ ”اسی (زمین) سے ہم نے تمہیں پیدا کیا ہے اور اسی میں ہم تمہیں لوٹائیں گے، اور اسی میں سے ہم تمہیں ایک مرتبہ پھر نکالیں گے۔“

فرمان نبویؐ

خیانت کا وبال

عَنۡ عَدِیِّ بۡنِ عُمَیۡرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوۡلُ: ((مَنِ اسۡتَعۡمَلۡنَاہُ مِنۡکُمۡ عَلٰی عَمَلٍ فَکَتَمَنَا مِخۡیَطًا فَمَا فَوۡقَہٗ کَانَ غُلُوۡلًا یَاۡتِیۡ بِہٖ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ)) فَقَامَ اِلَیۡہِ رَجُلٌ اَسۡوَدُ مِنَ الۡاَنۡصَارِ کَاَنِّیۡ اَنۡظُرُ اِلَیۡہِ فَقَالَ: یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ اقۡبَلۡ عَنِّیۡ عَمَلَکَ قَالَ: ((وَمَالَکَ؟)) قَالَ: سَمِعۡتُکَ تَقُوۡلُ کَذَا وَ کَذَا قَالَ: ((وَاَنَا اَقُوۡلُ الۡاٰنَ مَنِ اسۡتَعۡمَلۡنَاہُ عَلٰی عَمَلٍ فَلۡیَجِیۡٔ بِقَلِیۡلِہٖ وَکَثِیۡرِہٖ فَمَا اُوۡتِیَ مِنۡہُ اَخَذَ وَمَا نُہِیَ عَنۡہُ انۡتَہٰی)) (رواہ مسلم)

حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ ”تم میں سے کسی کو اگر ہم کسی کام کے لیے عامل بنائیں اور وہ سوئی برابر یا اس سے زائد کوئی چیز چھپا لے تو یہ حرکت خیانت ہو گی جو وہ قیامت کے دن لے کر آئے گا“۔ ایک سیاہ رنگ انصاری اٹھ کھڑے ہوئے گویا یہ منظر میرے سامنے ہے اور کہنے لگے: یارسول اللہ ﷺ! یہ خدمت مجھ سے واپس لے لیجیے! آپؐ نے پوچھا: ”کیوں، کیا بات ہوئی؟“ وہ کہنے لگا، میں نے سنا ہے کہ آپؐ ایسا ایسا فرماتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: ”وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں، کہ ہم کسی کو کسی کام پر اگر عامل بنائیں، تو اسے تھوڑی بہت چیز (چھوٹی بڑی) جو کچھ ملے وہ جوں کی توں لا حاضر کرنی چاہیے۔ اس میں سے جو اسے دیا جائے وہ لے لے، اور جس سے منع کیا جائے اس سے باز رہے۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

ایوب بیگ مرزا

پاکستان ایک بار پھر دوراہے پر!

ہمارے حکمران بڑے خوش بلکہ نازاں نظر آتے ہیں کہ وہ FATF کے پیرس میں ہونے والے اجلاس کے ایجنڈے میں سے پاکستان پر لگنے والی پابندیوں کی شق نکلوانے میں کامیاب ہوگئے ہیں۔ یہ شق اب اُس اجلاس کے ایجنڈے کا حصہ بنے گی جس کا انعقاد تین ماہ بعد ہوگا۔ ماضی کا تجربہ بتاتا ہے کہ ہمارے حکمرانوں کا اندازِ فکر اور طرزِ عمل یہ رہا ہے کہ تین ماہ یعنی 90 دن، یعنی 2160 گھنٹے، بہت وقت ہے، ہنوز دلی دور است! فی الحال عیش کرو، مال کماؤ، ملک میں اپنے سیاسی حریفوں سے لڑائی جھگڑے میں مصروف رہو۔ یہ التوا اگر اس وجہ سے مل گیا ہے کہ ہم نے جماعۃ الدعوۃ اور فلاح انسانیت فاؤنڈیشن کے اثاثے منجمد کردیئے ہیں اور کچھ دوسرے جہادیوں کے حوالے سے امریکہ اینڈ کمپنی کے مطالبات تسلیم کر لیے ہیں تو فکر کی کوئی بات نہیں۔ تین ماہ بعد کچھ اور اسی نوعیت کے مطالبے تسلیم کر لینے سے امریکہ بہادر مزید مہلت عنایت فرمادے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے یہ نام نہاد رہنما عالمی استعمار اور اسلام دشمن قوتوں کی نہ ہی ماضی میں امتِ مسلمہ کے خلاف کی گئی وارداتوں پر غور وحوض کرنے کی تکلیف گوارا کرتے ہیں اور نہ ہی اس حوالے سے اُنہیں مستقبل کی کوئی فکر ہے۔ وہ توڈنگ ٹپاؤ پالیسی میں یقین رکھتے ہیں۔ اُن کی سوچ یہ ہے کہ آج کسی طرح خیریت سے گزر جائے کل کی کل دیکھی جائے گی۔ حالانکہ ہمارے اس دشمن کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ دباؤ ڈالتے اور مطالبات بڑھاتے ہوئے پہلے وہ پسپائی پر مجبور کرتا ہے اور بالاخر دیوار سے لگا کر بدترین انجام سے دوچار کر دیتا ہے۔

نائن الیون کے بعد اسلام دشمن عالمی قوتوں نے اگر بعض اسلامی ممالک پر فوری گولہ و بارود کی بارش کی تو پاکستان کو یہ آپشن دیا کہ فیصلہ کرو کہ تم پر بھی موت بن کر فوری طور پر نازل ہو جائیں اور تمہیں پتھر کی دنیا میں بھیج دیں یا ہمارا ساتھ دو گے، گویا سسک سسک اور تڑپ تڑپ کر مرنا پسند کرو گے۔ ہم اُن کی دنیوی قوت اور ہیبت سے خوفزدہ اور مرعوب ہوگئے۔ ہم پر لرزہ طاری ہوگیا اور ہم نے خدا پر بھروسا کرنے کی بجائے دنیوی قوت کے سامنے سربسجود ہونے کا فیصلہ کرلیا۔ آج ہم سسک سسک کر موت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ یہ عالمی قوتیں پاکستان پر گولہ و بارود کی بارش سے گریز کر رہی ہیں۔ اس لیے کہ پاکستان بہر حال ایک ایٹمی قوت ہے۔ عین ممکن ہے پاکستان کو مکمل طور پر نیست ونابود نہ کیا جا سکے اور پاکستان کی جانب سے کوئی جوابی حملہ امریکہ کے اتحادی بھارت اور اسرائیل کو نقصان پہنچانے میں کامیاب ہو جائے۔ پھر یہ کہ کسی ایسے حملے سے پاکستان میں اگر انارکی پھیل جاتی ہے اور کوئی حکومتی کنٹرول نہیں رہتا تو یہ صورت حال افغانستان میں امریکہ کے لیے انتہائی نقصان دہ ہوگی جہاں پہلے ہی اُس کی جان عذاب میں آئی ہوئی ہے۔ لہٰذا پاکستان پر بارودی حملے کی بجائے اقتصادی حملے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے۔ اس اقتصادی حملے کا اصل توڑ اور جواب کیا ہے، اس حوالے سے کوئی رائے دینے سے پہلے اس حملے کی نوعیت اور اس کے نقصانات کو سمجھنا ہوگا۔

ہفت روزہ لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

10 تا 16 جمادی الثانی 1439ھ جلد 27
27 فروری تا 5 مارچ 2018ء شمارہ 09

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو، لاہور-54000
فون: 36366638
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا------------------ (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ عالمی استعمار پاکستان پر یہ پابندیاں FATF کے اگلے اجلاس میں لگاتا ہے یا اُس سے اگلے اجلاس میں عائد ہوتی ہیں۔ جتنی تاخیر سے لگیں گی اُتنی ہی زیادہ خطرناک ہوں گی کیونکہ صورت حال سے عیاں ہو رہا ہے کہ حکمران اندازِ حکمرانی نہیں بدلیں گے اور ہم روز بروز معاشی لحاظ سے کمزور سے کمزور تر ہوتے جائیں گے اور دشمنوں کا یہ اقتصادی حملہ زیادہ کارگر ثابت ہوگا۔ پابندیاں لگنے سے جو نقصانات بتائے جا رہے ہیں اُن کی فہرست یہ ہے۔

(1) پاکستان کے اوورسیز اثاثہ جات منجمد کر دیئے جائیں گے۔(2) بیرون ملک پاکستانیوں کا پاکستان کو رقوم بھجوانے کا معاملہ انتہائی مشکل بنا دیا جائے گا۔(3) امریکہ اور یورپ میں پاکستان کی اقتصادی مدد پر قدغن لگائی جاسکتی ہے۔ جیسے ماضی میں پریسلر ترمیم اور کیری لوگر بل سے لگائی گئیں تھیں۔ (4) ملک کی کریڈٹ ریٹنگ میں کمی واقع ہو جائے گی۔(5) آئی ایم ایف، ورلڈ بنک وغیرہ سے قرضہ جات حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہو جائے گا۔ (6) پاکستانیوں کے بزنس اور مختلف شخصیات پر منی لانڈرنگ اور ٹیرر فنانسنگ کے الزامات لگائے جائیں گے۔(7) مقامی طور پر افراطِ زر کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا۔(8) سٹاک مارکیٹ کریش کر جائے گی۔(9) سیاسی عدم استحکام پیدا ہو جائے گا۔

ظاہری طور پر اور زمینی حقائق کو مدنظر رکھ کر دیکھا جائے تو اس وقت پاکستان کی جو معاشی صورت حال ہے اگر اس نوعیت کی پابندیوں کا ہم شکار ہوتے ہیں تو ہمارے لیے اپنا وجود اور سلامتی برقرار رکھنا ممکن نظر نہیں آتا۔ خاص طور پر بیرون ملک رہنے والے پاکستانی اگر زرِ مبادلہ پاکستان نہیں بھیجتے تو اس سے سرکاری اور عوامی سطح پر بہت سے مسائل پیدا ہو جائیں گے۔ ہمیں یہ اعتراف کرنا ہوگا کہ معاشی اور سیاسی لحاظ سے جو آج ہم مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں اس میں سابقہ اور موجودہ حکمرانوں کی ذمہ داری زیادہ کہی جاسکتی ہے۔ لیکن قوم کو بھی بری الذمہ نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔ بہرحال اب سوال یہ ہے کہ دشمن جس انجام تک ہمیں پہنچانا چاہتا ہے اُس سے بچنے کے لیے کیا کیا جائے؟ مختصراً یہ ہے کہ اللہ پر بھروسا کر کے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کی جائے۔ کسی کی خاص طور پر اغیار سے مدد لینے کی سوچ ختم کر دی جائے حقیقت یہ ہے کہ آج ہم اُسی جگہ کھڑے ہیں جب نائن الیون کے بعد ہمیں کہا گیا تھا کہ ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے دشمنوں کے ساتھ ہو اور ہم وقتی مفاد اور ظاہری تحفظ کو دیکھتے ہوئے مظلوم کی بجائے ظالم کے ساتھ کھڑے ہو گئے تھے اور اُس کا نتیجہ آج تک بھگت رہے اور سسک سسک کر ذلت آمیز زندگی گزار رہے ہیں۔ بیگانے نہیں اپنے بھی ہمیں نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہے ہیں اور ہم زبانِ حال سے کہہ رہے ہیں ع یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں۔ خدارا، ماضی کی سوچ اور طرزِ عمل میں تبدیلی پیدا کریں اور بآوازِ بلند کہہ دیں کہ ہم صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتے ہوئے گھاس کھالیں گے لیکن امریکہ اور مغرب کے ناروا مطالبے کسی صورت تسلیم نہ کریں گے۔(1) خاص طور پر ہم افغانستان میں امریکہ کی کسی قسم کی مدد نہیں کریں گے۔(2) ہم ایٹمی اثاثہ جات کے حوالہ سے رتی بھر پسپائی اختیار نہیں کریں گے۔(3) ہم اپنی معاشرتی زندگی سے مغربی تہذیب کو نکال باہر کریں گے اور کسی طور اسلامی شعائر اور طرزِ زندگی کو ترک نہیں کریں گے۔

ہمارے حکمران اور بعض دانشور اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ اگر ہم اپنے دین کے حوالے سے کچھ ایڈجسٹمنٹ جسے وہ اعتدال کا نام دیتے ہیں کر لیں تو امریکہ اور اُس کے مغربی حواری مطمئن ہو جائیں گے۔ خدارا، اس غلط فہمی سے نکل آئیں۔ امریکہ کی عالمی چودھراہٹ اور مغربی تہذیب کا تسلط دنیا میں سرمایہ دارانہ نظام کے قیام سے وابستہ ہے۔ اسلامی نظام اگرچہ آج دنیا میں کہیں قائم نہیں ہے لیکن اسلام اتنا زوردار دین ہے اور اسلامی نظام انسانوں کی اکثریت کے لیے اتنی زبردست کشش رکھتا ہے۔ لہٰذا اگر یہ نظام کسی ایک اسلامی ملک میں اصل حالت میں قائم ہو گیا تو اس کے پھیل جانے کو روکا نہیں جاسکے گا۔ امریکہ اور مغرب یہ اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ سرمایہ دارانہ نظام کو صرف اسی نظام سے خطرہ ہے اگر کسی وقت انسانیت اس استحصالی نظام سے نجات حاصل کر لیتی ہے یعنی سرمایہ دارانہ نظام قائم نہیں رہتا تو امریکہ عالمی بادشاہت سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اور مغربی تہذیب کو اسلامی تہذیب کے ہاتھوں تباہ کن شکست ہوگی۔ اسلامی ممالک میں افغانستان اور پاکستان ہی دو ایسے ممالک ہیں جہاں اُنہیں اسلام کے نفاذ کا خطرہ ہے۔ افغانستان نے چونکہ اس حوالے سے کچھ بلکہ کافی حد تک پیش رفت کی تھی لہٰذا نائن الیون کا عذر گھڑ کر وہاں کی اسلامی حکومت کو تباہ و برباد کرنے کی نیت سے حملہ کیا گیا۔ لیکن وہاں اُن کی کامیابی وقتی اور نامکمل ثابت ہو رہی ہے۔ لہٰذا وہاں کی ناکامی کا ملبہ امریکہ نے پاکستان پر ڈال دیا۔ پاکستان کے سامنے دشمنانِ اسلام کے دو مطالبے ہیں۔ اپنی اسلامی شناخت ختم کر دو اور ایٹمی بوریا بستر لپیٹ دو۔ ان دونوں مطالبات میں سے کسی ایک کو بھی تسلیم کرنا ہمارے لیے خودکشی کے مترادف ہوگا۔ ایٹم بم سے ہاتھ دھو بیٹھیں تو بھارت ہمیں ایک دن کے لیے بھی برداشت نہیں کرے گا۔ کوئی عذر تراش کر کے ہم پر حملہ آور ہو جائے گا اور اگر اسلامی شناخت ختم کر دیں تو گویا ہم بزبانِ خود کہہ رہے کہ اِس وطن کے وجود کا اب کوئی جواز نہیں ہے۔

اللہ کی معرفت کیسے ملتی ہے؟

(سورۃ الفاتحہ کے پہلے حصے کی روشنی میں)

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی محترم حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 16 فروری 2018ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

محترم قارئین! سورۃ الفاتحہ قرآن مجید کی بہت اہم اور بڑی عظمت والی سورت ہے۔ اس کو اپنی جگہ ایک مکمل قرآن بھی کہا جاتا ہے۔ اس کا ابتدائی تعارف اور اس کی فضیلت و اہمیت کے حوالے سے ہم مطالعہ کر چکے ہیں۔ آج سے ان شاء اللہ ہم اس سورہ مبارکہ کی ایک ایک آیت کا تفصیلی مطالعہ کریں گے۔ فرمایا:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ ''کل شکر اور کل ثنا اللہ کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار اور مالک ہے۔''

یہ کلمہ ''الحمد'' بہت اہمیت کا حامل ہے۔ ''حمد'' سے عام طور پر کسی کی تعریف کرنا مراد لیا جاتا ہے۔ عربی زبان میں اس کا مفہوم تعریف کرنا بھی ہے اور شکر کرنا بھی ہے۔ یعنی شکر اور ثناء کو جمع کریں تو لفظ حمد بنتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں لفظ حمد کا استعمال کئی ایسے مواقع پر ہوا ہے جہاں شکر کا مفہوم تھا۔ لہٰذا یہاں اس کے معنی ہوں گے کہ تمام شکر بھی اللہ کے لیے ہے اور تمام تعریف اور ثناء بھی اللہ کے لیے ہے۔ ایک اور اعتبار سے دیکھیں تو یہ کلمۂ توحید بھی ہے کہ کائنات میں تمام کمالات، جمالات اور تمام حسن و خوبی کا منبع اور سرچشمہ صرف اللہ کی ذات ہے اور کل تعریفیں صرف اسی کے لیے ہیں۔ اگر کوئی مصور اچھا ہوگا، اچھی پینٹنگ کرے گا تو لوگ اس پینٹر کی تعریف کریں گے۔ اسی طریقے سے اس کائنات کے اندر جو رنگا رنگی، بوقلمونی، عظیم وسعت اور اتھاہ گہرائیاں ہیں، جو کچھ بھی کل روئے زمین پر اور سورج، چاند، ستاروں میں کاریگری کے اعلیٰ شاہکار اور نمونے ہیں، یہ اُس ربِ کائنات کی کاریگری کے کرشمے ہیں۔ جو کسی نے کہا کہ

ردائے لالہ و گل پردہ ماہ و انجم
جہاں جہاں وہ چھپے ہیں عجیب عالم ہے

اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہر طرف نظر آ رہی ہیں۔ بس دیکھنے والی آنکھ چاہیے۔ رب کی بنائی ہوئی کائنات میں کتنی وسعتیں ہیں، کتنی گہرائیاں ہیں، اگر رات کی تاریکی میں ستاروں سے جگمگاتے آسمان پر ہی نگاہ ڈال کر بندہ اگر غور و فکر کرے تو اُسے رب کی قدرت کی کتنی نشانیاں مل جائیں گی۔ جیسے قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

مرتب: ابو ابراھیم

''تو کیا یہ لوگ دیکھتے نہیں اونٹوں کو کہ انہیں کیسے بنایا گیا ہے! اور (کیا یہ دیکھتے نہیں) آسمان کو کہ کیسے بلند کیا گیا ہے!'' (الغاشیہ:17،18)

بہر حال کلمہ 'الحمد' کا ہمارے دین میں بہت بلند مقام ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمہ آسمان اور زمین کو اپنی برکات سے بھر دیتا ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ: رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا: ''طہارت نصف ایمان کے برابر ہے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ میزان (عدل) کو بھر دے گا اور سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ سے زمین و آسمان کی درمیانی فضا بھر جائے گی اور نماز نور ہے اور صدقہ دلیل ہے اور صبر روشنی ہے اور قرآن تیرے لئے حجت ہوگا یا تیرے خلاف ہوگا۔ ہر شخص صبح کو اٹھتا ہے اپنے نفس کو فروخت کرنے والا ہے یا اس کو آزاد کرنے والا ہے۔''

رب کی ذات اس کائنات کی سب سے بڑی حقیقت ہے لیکن ہمیں آزمائش کے لیے پردوں میں رکھا گیا ہے۔ یعنی پردے میں وہ نہیں ہم ہیں کیونکہ وہ تو اس کائنات کی سب سے واضح حقیقت ہے۔ چنانچہ اللہ کی معرفت کے حوالے سے یہ دو کلمے بہت اہم ہیں۔ یعنی سبحان اللہ اور الحمد للہ۔ سبحان اللہ کا عام ترجمہ ہم کرتے ہیں کہ اللہ پاک ہے۔ یعنی ہر عیب، کمی، نقص اور ہر کوتاہی سے پاک ہے۔ وہ ایک ہی ذات ہے جو ہر عیب سے پاک ہے۔ وہ perfect being ہے۔ جب انسان کو یہ بات سمجھ میں آ گئی کہ اللہ وہ ہستی ہے جو ہر عیب ہر کمی، ہر کوتاہی، ہر نقص سے پاک ہے، مبراء ہے تو یہ میزان معرفت آدھی ہوگئی۔ جب اس کے ساتھ دوسرا لفظ الحمد للہ بھی شامل ہو جاتا ہے تو یہ میزان معرفت پوری ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ کا مطلب یہ ہے کہ کائنات میں جو خوبی، جو خیر، جو حسن اور جو بھی مثبت چیزیں ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اسی کی عطا ہے، اسی کا ظہور ہے۔ اللہ کو کوئی دیکھ تو نہیں سکتا لیکن اگر یہ دونوں باتیں سمجھ میں آ جائیں تو اللہ تعالیٰ کی معرفت انسان کو حاصل ہو جاتی ہے۔ معرفت الٰہی کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ کا استعمال زیادہ تر اس جگہ پر ہوتا ہے جو مقام شکر ہو۔ حمد اور شکر دونوں عربی زبان کے لفظ ہیں لیکن حمد زیادہ جامع ہے۔ اسی لیے قرآن مجید میں زیادہ تر لفظ حمد وہاں آیا جو مقام شکر تھا۔ جیسے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ﴾ ''کل شکر اور کل ثنا اُس اللہ کے لیے ہے جس نے مجھے عطا فرمائے باوجود بڑھاپے کے اسماعیلؑ اور اسحاقؑ (جیسے بیٹے)۔'' (ابراہیم:39)

یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبان پہ دعا تھی۔ ان کی عمر 90 برس ہو چکی تھی لیکن ان کے ہاں اولاد نہیں ہو

رہی تھی۔تب اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے انہیں اسماعیل اور اسحاق علیہما السلام دو بیٹے عطا کیے۔اس پر انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور یہ ترانۂ حمد پیش کیا۔اسی طرح جب اہل جنت جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی زبان پر بھی صرف کلمۂ حمد ہی ہوگا۔کیونکہ جنت تک پہنچنا بس اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہوگا ورنہ انسان اندازہ بھی نہیں کر سکتا کہ جنت تک پہنچنے کے لیے ایک انسان کو کن سخت مراحل اور مشکلات سے گزرنا پڑے گا۔سب سے پہلے تو دنیا کا یہ کٹھن امتحان ہے جس میں کوئی کوئی ہی پاس ہوگا۔اس کے بعد پھر اس سے بھی مشکل ترین مراحل عالم برزخ، عالم حشر کے ہیں۔پھر وزن اعمال اور پل صراط کے مراحل ہیں۔ان سب مراحل کے احوال انسان احادیث میں پڑھے تو انسان کے رونگھٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔پھر جب وزن اعمال کے بعد فیصلہ ہوگا کہ کون جنت میں جائے گا اور کون جہنم میں جائے گا تو اس وقت لوگوں کے جو تاثرات ہوں گے ان کو بیان کرنے کے لیے الفاظ ہی نہیں مل سکتے۔وہ اہل ایمان جو کامیاب ہوں گے اور جب جنت میں داخل ہوں گے تو تب ان کی خوشی کا جو عالم ہوگا اس کا ہم اس دنیا میں تصور بھی نہیں کر سکتے۔ان کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں الفاظ تجویز کر دیے ہیں کہ وہ ان الفاظ میں اللہ کا شکر ادا کریں گے۔

﴿وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَاۗءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۭ﴾ ''اور وہ کہیں گے کل شکر اور کل تعریف اُس اللہ کے لیے ہے جس نے ہمیں یہاں تک پہنچا دیا' اور ہم یہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے اگر اللہ ہی نے ہمیں نہ پہنچا دیا ہوتا۔یقیناً ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے تھے۔'' (الاعراف:43)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے ہمیں جو دعائیں تلقین کی ہیں ان میں بھی الحمد للہ کے الفاظ جگہ جگہ آتے ہیں۔ جیسے سونے کے بعد اُٹھنے کی دعا ہے کہ:

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَيْهِ النُّشُوْرُ)) '' تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں کہ جس نے ہمیں مارنے (سونے) کے بعد زندہ کیا (اٹھایا) اور اس کی طرف ہی (ہمیں) لوٹ کر جانا ہے'' (بخاری)

موت اور نیند بہت قریب قریب ہیں۔مردے کو بھی کچھ پتا نہیں ہوتا کہ آس پاس کیا ہو رہا ہے۔سوئے ہوئے کو بھی کچھ پتا نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے۔اس وقت اس کی شعوری صلاحیتیں سلب ہوئی ہوتی ہیں۔لہٰذا نیند بھی موت ہی کی کیفیت کی مانند ہے۔لہٰذا جو شخص سلیم الفطرت ہے وہ سو کر جب اُٹھتا ہے تو اس کی زبان پر اللہ تعالیٰ کے شکر کے لیے حمد پر مبنی الفاظ جاری ہو جاتے ہیں۔اسی طرح بھوک بھی انسان کی کمزوری ہے۔ جب اُسے بھوک کو مٹانے کے لیے غذا ملتی ہے تو اس کا ذہن بھی فوراً رب کی حمد کی طرف جاتا ہے کہ وہ اللہ ہے جو ہمیں کھلا رہا ہے۔

((اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ)) ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں جس نے ہم کو کھانا کھلایا اور سیراب کیا اور ہم کو مسلمان بنایا۔'' (ترمذی)

حاصل کلام یہ ہے کہ الحمد کا مطلب ہے کہ تمام شکر، تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں اور مزید تعریف اس کی یہ ہے کہ وہ رب العالمین ہے۔تمام جہانوں کا مالک اور پروردگار ہے۔عالمین میں ایک عالم یہ ہے جس میں ہم رہ رہے ہیں، ایک عالم آسمان ہے، پھر ایک عالم برزخ ہے، عالم حشر ہے اور ایک آخرت کا عالم ہے۔ان سب جہانوں کا مالک وہی ایک رب ہے۔ایک سلیم الفطرت شخص جب اس دنیا و جہاں میں غور و فکر کرتا ہے تو اس کے بعد وہ اسی نتیجے پر پہنچ جاتا ہے کہ اس ساری کائنات کا کوئی ایک رب ہے جو اکیلا ہی اس پوری کائنات کا مالک ہے۔ورنہ ایک سے زائد رب ہوتے تو اس کائنات میں یہ نظم و ضبط اور ہم آہنگی نظر نہ آتی۔قرآن مجید نے بھی اس دلیل پر بہت قوی بیان دیا ہے:

''اگر ان دونوں (زمین و آسمان) کے اندر اللہ کے سوا کوئی اور معبود بھی ہوتے تو لازماً یہ دونوں فساد سے بھر جاتے۔'' (الانبیاء:22)

جب قرآن نازل ہوا تھا تو اس وقت بھی لوگوں کے سامنے کائنات بہت بڑی تھی لیکن آج بھی جوں جوں سائنس ترقی کر رہی ہے اس کائنات کی وسعتوں کو ماپنے میں سارا علم اتنا ہی کم پڑ رہا ہے۔کوئی سائنسی علم اس

پریس ریلیز 23 فروری 2018ء

جنسی جرائم کی سزا سرعام دینا اسلام کے عین مطابق ہے

ہمیں معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے تاکہ اغیار ہم پر ایسی پابندیاں نہ لگا سکیں

اگر ملک میں اسلامی نظام قائم ہو جائے تو ہر فرد اور ادارہ اپنی ذمہ داری بہتر طور پر ادا کرے گا

حافظ عاکف سعید

جنسی جرائم کی سزا سرعام دینا اسلام کے عین مطابق ہے۔یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے ایک بیان میں کہی۔اُنہوں نے اس بات پر حیرت اور افسوس کا اظہار کیا کہ ہمارے بعض دانشوروں کو مظلوم کی بجائے ظالم سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے۔اُنہوں نے کہا کہ شریعت اسلامی میں سرعام سزا دینے کا حکم اور مقصد یہ ہے کہ عام لوگ عبرت حاصل کریں اور جرم کے حوالے سے اُن کے دل میں خوف پیدا ہو۔ اُنہوں نے کہا کہ FATF کے اجلاس کے ایجنڈے سے پاکستان پر پابندیوں کی شق کے نکلنے پر کسی خوشی کے اظہار کی ضرورت نہیں۔ہمیں معاشی لحاظ سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی ضرورت ہے تاکہ اغیار ہم پر ایسی پابندیاں نہ لگا سکیں جو ہمارے دینی عقائد یا ملکی سلامتی کے حوالے سے ناپسندیدہ ہوں۔امیر تنظیم نے حکومت اور عدلیہ کے درمیان چپقلش کو تشویشناک قرار دیتے ہوئے کہا کہ اِس وقت جب بیرونی دشمن پاکستان کی سلامتی پر ضرب لگانے کے لیے عذر تلاش کر رہا ہے، اداروں کا باہمی تصادم انتہائی خطرناک ثابت ہوگا۔اُنہوں نے کہا کہ اگر ملک میں اسلامی نظام قائم ہو جائے اور نجی اور ریاستی سطح پر اللہ اور رسولؐ کے احکامات کی پابندی ہو تو ہر فرد اور ادارہ اپنی ذمہ داری ادا کرے گا اور کسی قسم کے تصادم کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوگا۔(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

کائنات کی وسعتوں کو ماپ ہی نہیں سکتا۔اتنی وسیع وعریض کائنات جس میں اربوں کھربوں ستارے، سیارے اور کروڑوں کہکشائیں گھوم رہی ہیں۔اگر ایک سے زیادہ خدا ہوتے تو پھر اس کائنات میں تو ہر جگہ فساد ہوتا۔لہٰذا اس کائنات کے اندر یہ جو یک رنگی اور یکجہتی ہے، ہم آہنگی ہے، جو ڈسپلن نظر رہا ہے، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس کائنات کا خالق کوئی ایک ہی ہے اور وہ بہت اعلیٰ وارفع ہے۔ان سارے شواہد کے باوجود بھی اگر انسان اپنی آنکھیں بند کر لے اور اپنے اس عظیم رب کو نہ پہچانے تو یہ بدنصیبی کی انتہا ہے۔

﴿الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝﴾ بہت رحم فرمانے والا نہایت مہربان ہے'

اللہ تعالیٰ کی ان صفات کے مظاہر بھی انسان کو جگہ جگہ مل جاتے ہیں۔سب سے بڑا مظہر ماں کی مامتا ہے۔ماں کی مامتا کا یہ معاملہ صرف انسانوں میں ہی نہیں بلکہ حیوانوں میں بھی نظر آتا ہے۔ماں اپنا پیٹ کاٹ کر بچوں کو کھلاتی ہے، اُن کا ہر طرح سے خیال رکھتی ہے اور اپنی جان پر کھیل کر اُن کو ہر آنچ سے بچانے کی کوشش کرتی ہے۔یہ جذبہ ماں کو کس نے عطا کیا؟ ایک حدیث کے مطابق یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا صرف ایک حصہ ہے جو اُس نے مخلوق کو عطا کیا ہے جبکہ ننانوے حصے اُس نے اپنے پاس رکھے ہیں۔اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنا رحمان اور رحیم ہے۔وہ ہے بھی بہت رحم فرمانے والا اور بہت رحمان۔یہ جو عظیم الشان کائنات اُس نے بنائی ہے اس میں جابجا اُس کی رحمت کے مظاہر دکھائی دیتے ہیں۔

مولانا ابوالکلام آزاد نے سورۃ الفاتحہ کی تفسیر لکھتے ہوئے اس بات پر زیادہ فوکس کیا ہے کہ اللہ کی رحمت کے مظاہر کائنات میں کتنے پھیلے ہوئے ہیں۔انہوں نے بہت تفصیل کے ساتھ ان کو بیان کیا ہے۔الرحمان اور الرحیم کے یہ دونوں الفاظ رحم سے نکلے ہیں۔ان میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی دو مختلف شانوں کا ذکر ہے۔الرحمان مبالغے کا صیغہ ہے، اس میں رحمت ایک ٹھاٹھیں مارتے ہوئے سمندر کی مانند ہے۔لفظ الرحمٰن اللہ تعالیٰ کی اسی شان کو واضح کرتا ہے۔خود قرآن یہ کہہ رہا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝﴾ ''رحمٰن نے قرآن سکھایا۔'' (الرحمٰن:1،2)

یعنی رحمان کی رحمانیت کا جو ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہے اس کا حاصل یہ قرآن حکیم ہے۔ویسے قرآن کے لیے رحمت کا لفظ کئی جگہ آیا لیکن یہاں خاص طور پر کہا گیا کہ الرحمان نے قرآن سکھایا۔یعنی اللہ کی رحمت کی اس شان کا سب سے بڑا مصداق یہ قرآن ہے۔گویا اللہ کی رحمت کے بے شمار مظاہر ہیں لیکن سب سے بڑا مظہر یہ عظیم تحفہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو عطا کیا۔ایک سلیم الفطرت انسان اپنے مشاہدے، سوچ، غور وفکر سے ان حقائق تک پہنچتا ہے کہ اس کائنات کا کوئی مالک ہے اور پھر اس کی صفات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ رحمان اور رحیم بھی ہے۔

﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝﴾ ''جزاوسزا کے دن کا مالک ومختار ہے۔''

قیامت کسی نے دیکھی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے رسولوں اور نبیوں کے ذریعے نوع انسانی کو پیغام دیا ہے کہ مکافات کا ایک دن مقرر ہے۔جو کچھ تم کر رہے ہو، اس کا حساب دینا ہوگا۔تمہارے ہر ہر عمل کے حوالے سے باز پرس ہونی ہے اور اسی بنیاد پر تمہاری قسمت کا فیصلہ ہوگا کہ کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے۔اس تصور کی بنیاد انسان کے اندر بھی موجود ہے۔خیر وشر کی تمیز انسان کے اندر اللہ نے رکھی ہوئی ہے جو حیوانات میں نہیں ہے اور وہ اتنی مضبوط ہے کہ انسان بعض اوقات خیر کا کام کرتے ہوئے نقصان بھی اٹھاتا ہے لیکن پھر بھی اس کا دل مطمئن ہوتا ہے۔سچ بول کر کسی کو نقصان اٹھانا پڑا لیکن اندر سے وہ خوش ہے۔اسی طرح اگر کوئی شخص غلط طریقے سے دولت کمائے، دوسروں پر ظلم کر کے ان کی جائیدادیں ہڑپ جائے اور پھر وہ بہت بڑی ہستی بن جائے، یہاں تک کہ پاکستان کی ٹاپ کی اشرافیہ میں شامل ہو جائے لیکن اندر سے دل ملامت کرتا رہے گا کہ تم نے غلط کیا ہے۔یہ خیر وشر کی تمیز یعنی ایک اخلاقی بیلنس انسان کے اندر کس نے رکھا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے مطابق انسانوں کو ریوارڈ ملنا چاہیے یا سزا ہونی چاہیے۔جبکہ دنیا میں ایسا نہیں ہو رہا۔یہاں تو جو اُصولوں پر چلے گا اُسی کو قدم قدم پر سزا ملے گی۔جو سچ بولے گا اُس پر قدم قدم پر آزمائشیں آئیں گی۔ایسے میں انسان کی اندر کی حس انسان کو بتاتی ہے کہ یہ دنیا نامکمل ہے۔لہٰذا کوئی اور دنیا ہونی چاہیے جہاں اچھائی اور نیکی کا بدلہ جزا کی صورت میں ملے اور برائی کا بدلہ سزا کی صورت میں ملے۔جن لوگوں نے اپنے آپ کو روک کر رکھا، اخلاقی اصولوں کے مطابق زندگی گزاری اور دوسروں کی بھلائی اور خدمت خلق کے کام کیے انہیں عظیم انعام ملے اور یہ جو غریبوں کا خون نچوڑ کر اور ان سے حیوانوں کی طرح کام لے کر بڑے بڑے جاگیردار بنے ہوئے ہیں اور جو لاکھوں انسانوں کے قتل کے ذمہ دار ہیں، جیسے ہٹلر، بشارالاسد، پرویز مشرف وغیرہ ان کو ان کے کیے کی بدترین سزا ملے۔اسی طرح اس وقت امریکہ نے جو ڈھائی لاکھ بندے عراق میں مروا دیے اور تین لاکھ افغانستان میں قتل کر دیے، ظاہر ہے اِس کی بھی پوچھ ہوگی تاکہ نوع انسانی کو پتا چلے کہ ہمارے ساتھ انصاف ہوگیا ہے۔ورنہ اگر یہ میزان نہ ہوا تو پھر تو یہ دنیا بے معنی ہے، ڈھکوسلہ ہے۔لیکن اس کائنات کا رب ایسا نہیں ہے کہ اس نے انسان کو خوامخواہ یوں ہی پیدا کر دیا ہے اور اس میں اچھائی اور برائی کی تمیز بھی رکھ دی ہے بلکہ اس نے انسان کو ایک مقام دیا ہے اور کیسی کیسی صلاحیتیں دی ہیں، یہ سب بے مقصد ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔لہٰذا ایک سلیم الفطرت انسان جب ان ساری چیزوں پر غور وفکر کرتا ہے تو وہ بالآخر اسی نتیجے پر پہنچتا ہے کہ ایک دن ضرور ایسا آئے گا جب ہر چیز کا حساب ہوگا اور اس دن کا مالک وہی ہے جو اس پوری کائنات کا مالک ہے اور سارا اختیار بھی اُسی کے پاس ہے۔

''جس دن زمین بدل دی جائے گی اس زمین کے سوا (کسی اور شکل میں) اور آسمانوں کو بھی (بدل دیا جائے گا) اور یہ حاضر ہو جائیں گے اللہ کے سامنے جو واحد وقہار ہے۔'' (ابراہیم:48)

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ سورۃ الفاتحہ ایک دعا ہے، یعنی ایک سلیم الفطرت انسان کے دل کی آواز ہے۔حدیث کے مطابق اس کے تین حصے ہیں۔پہلا حصہ (تین آیات) جو خالصتاً رب کے لیے ہے، اس میں ایک سلیم الفطرت انسان اپنے رب کو پہچان چکا ہے، دوسری آیت میں اس کی عظمت کا اعتراف بھی کر رہا ہے، جب رب کو پہچان لیا تو اس کا لازمی ایک نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ اپنے رب سے پھر یہ عہد بھی کرے گا کہ:

﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝﴾ ''ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے اور ہم صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں اور چاہتے رہیں گے۔''

یعنی بندگی کے لائق صرف تو ہی ہے جو اس پوری کائنات کا مالک ہے لہٰذا ہم تیرے رب ہونے کا اقرار کرتے ہوئے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم تیری بندگی میں زندگی گزاریں گے، تیرے غلام بن کر رہیں گے۔گویا یہ ایک وعدہ ہے جو ہم اللہ سے کر رہے ہیں کہ ہم نے مان لیا کہ تو رحمان ورحیم بھی ہے، قیامت کے دن کا مالک بھی ہے اور ظاہر بات ہے کہ ہم بندے ہیں تو ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے علاوہ کوئی نہیں ہے جو حقیقت میں صاحب اختیار ہو۔یہ سورۃ الفاتحہ کا دوسرا حصہ ہے۔پہلے حصے کا مطالعہ ہم کر چکے ہیں، دوسرے حصہ کا مطالعہ ان شاءاللہ آئندہ شمارے میں کریں گے۔اللہ تعالیٰ ہمیں ایک سلیم الفطرت انسان کی طرح اس دنیا اور زندگی کے حقائق کے ادراک کا شعور اور فہم عطا فرمائے۔آمین!

☆☆☆

انجینئر مختار فاروقی
0301-6998587
Email:hikmatbaalgha@yahoo.com

دراسرارِ شریعت 9

44 صوفیانِ با صفا را دیدہ ام — شیخ مکتب را نکو سنجیدہ ام

میں نے (دنیا میں) پاکیزہ سرشت صوفیوں کو (بھی قریب سے) دیکھا ہے اور شیخ مکتب (علماء و فقہاء) کو بھی اچھی طرح پرکھا اور جانچا ہے (یہ صوفی اور عالم عقلِ کل بنے بیٹھے ہیں)

45 عصرِ من پیغمبرے ہم آفرید — آنکہ در قرآں بغیر از خود ندید

(اس سرزمین میں) میرے زمانے نے ایک جھوٹے پیغمبر کو بھی پیدا کیا ہے جسے (تکبر کی وجہ سے) قرآن میں اپنی ذات کے سوا کچھ نہیں دکھائی دیتا

46 ہر یکے دانائے قرآن و خبر — در شریعت کم سواد و کم نظر

ہر (صوفی و عالم اپنے حلقے میں) قرآن و حدیث کے اسرار کا سب سے زیادہ جاننے والا بنا بیٹھا ہے حقیقتاً حالاتِ حاضرہ سے عدمِ واقفیت کی وجہ سے وہ کم علم اور کم نظر ہے

47 عقل و نقل افتادہ در بند ہوس — منبر شاں منبر کاک است و بس

انسانی عقل یعنی عقلی علوم اور نقل یعنی قرآن و حدیث کے علوم جاننے والے دنیاوی مفاد اور ہوسِ زر میں مبتلا نظر آتے ہیں آج کے علماء وصوفیا کا منبر___ درحقیقت نانبائی کا 'منبر کاک' ہے جہاں سے وہ مال و زر کماتا ہے۔

48 زیں کلیماں نیست امید کشود — آستیں ہا بے ید بیضا چہ سود؟

(آج کے) یہ دینی رہنما اور کلام اللہ کے ماہرین خود غرض اور زر پرست ہیں ان سے کلیمی شان کی امید نہیں ان کے پاس کردار و فقر کی ید بیضا والی کوئی کرامت نہیں

49 کارِ اقوام و ملل ناید درست — از عمل بنما کہ حق در دست تست

قوموں اور ملتوں (کی تقدیر بدلنے) کے کام ایسے لوگوں سے ممکن نہیں اٹھو! قرآن مجید کو (آج کی علمی سطح پر دنیا میں) پیش کر کے دکھاؤ کہ حق تمہارے ہاتھ میں ہے۔

44۔ پون صدی قبل علامہ اقبال اپنا مشاہدہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے اس دور کے مشہور عوام صوفیاء کو بھی قریب سے دیکھا ہے اور دینی مکاتب کے شیوخ کو بھی جانچا اور پرکھا ہے مگر ہند کے یہ علمی و روحانی مراکز کئی صدیوں سے اسلام کے غلبے اور دنیا میں اعلائے کلمہ حق کے کسی جانفزا جذبے سے محروم ہیں بلکہ ہر مکتب فکر کے لوگ اپنی جگہ 'عقل کل' بن کر دوسروں کو موردِ الزام ٹھہرا رہے ہیں کہ ان کی وجہ سے اسلام کی آج یہ حالت ہے جبکہ اسلام کی اصل طاقت تو اتحاد و یگانگت میں ہے۔

45۔ اس دور میں خودسری اور خودنمائی کا یہ عالم ہے کہ اس سرزمین میں خود ساختہ ایک پیغمبر بھی پیدا ہو گیا جسے تکبر کی وجہ سے قرآن مجید میں اپنے سوا کچھ نظر نہیں آیا اور اس نے مسلمان پر اسلام کے غلبے کی جدوجہد اور انگریز کی غلامی سے نجات کے لیے کوششوں (جہاد) کو حرام قرار دے دیا۔ اور یوں اس خطے کے مسلمانوں کو بالخصوص بے عمل بنا دیا۔ (درحقیقت تحفظ ختم نبوت کا حقیقی تقاضا یہ ہے کہ جس جہاد کو اس ملعون نے حرام کیا تھا اسی جہاد (یا جدوجہد) کے ذریعے اسلام کو کسی ایک خطے میں غالب کر کے دکھایا جائے اور پھر پورے عالم پر اسلام کے غلبے کی راہ ہموار کی جائے تاکہ حضرت محمد ﷺ کی حقانیت اور ان کی رحمت للعالمینی، آفاقی و حتمی کی شان دوست اور دشمن سب پر ظاہر ہو جائے۔

46۔ آج کا ہر صوفی و عالم اپنے اپنے حلقہ میں قرآن و حدیث کے معارف کا سب سے بڑا عالم بنا بیٹھا ہے حقیقت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو وہ فی الواقع حالاتِ حاضرہ سے عدمِ واقفیت کی وجہ سے کم علم اور کم نظر ہے۔ اس کی سوچ میں کہیں 'خلا' اور کمی ہے جو اس کے عمل سے ظاہر ہے۔

47۔ انسانی عقل یعنی مسلمانوں کے عقلی علوم اور نقل یعنی مسلمانوں کے پاس موجود آسمانی ہدایت پر مبنی علوم منقولہ دونوں کی تشریحات آج اپنے مسلک اور فرقہ کے نقطۂ نظر سے کی جا رہی ہیں اور علوم دینی شخصیات اور مسالک میں قید ہے اور ان کا منبر (اکثر و بیشتر) روٹی بنانے کے 'منبر' سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا جہاں سے وہ کما کر زندگی کے دن گزارتا ہے اور عیش کرتا ہے۔

48۔ آج کے دینی رہنماؤں (علماء صوفیاء) کے پاس وہ کلیمی تمکنت اور شان نہیں جس سے حضرت موسیٰ d نے فرعون کو للکار کر ڈھیر کر دیا تھا۔ ان رہنماؤں کے پاس آسمانی ہدایت کا وارث ہونے کے باوجود حکمرانوں کی آنکھ میں آنکھیں ڈال کر بولنے کی ہمت نہیں اور نہ ہی ان کے صوفیاء کے پاس وقت کے فرعون کو دکھانے کے لیے کوئی ید بیضا کی کرامت موجود ہے (انہیں تو بس تھوڑے عرصے میں اپنی آمدنی دگنی کرنے کی کرامت آتی ہے) ان سے اسلام کی مثبت خدمت کی کوئی توقع نہیں۔

49۔ اے امت کے پشتی بانو! اور رہنماؤ! قوموں اور ملتوں کے کام اس طرح سے اصطلاح یافتہ نہیں ہوتے اٹھو اور حضرت محمد ﷺ کے اُسوۂ حسنہ کے مکی دور کے ساتھ مدنی دور کو بھی سامنے رکھ کر آگے بڑھو۔ عمل کر کے دکھاؤ کہ حق تمہارے پاس ہے اور تمہیں آخرت میں بنیادی طور پر جوابدہ بھی ہونا ہوگا۔

آج سے 35 سال قبل بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے کہا تھا کہ امریکہ پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوگا حالانکہ اُس وقت سب امریکہ کو دوست سمجھ رہے تھے لیکن آج ڈاکٹر صاحب کی بات سچ ثابت ہو رہی ہے: ایوب بیگ مرزا

مشرف یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر اس وقت ہم امریکہ کا ساتھ دیں گے تو وہ ہمارے بہت سارے مسائل حل کرا لے گا اور اگر ساتھ نہ دیا تو پھر انڈیا ہماری جگہ لے لے گا۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ اس کا یہ فیصلہ غلط تھا: ڈاکٹر غلام مرتضیٰ

جنوبی اور وسطی ایشیا میں امریکی مفادات کے موضوع پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: جنوبی اور وسطی ایشیا میں امریکی مفادات سیاسی ہیں، معاشی یا مذہبی؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: دنیا کے نقشے میں ایشیا کے خطے کی بڑی اہمیت ہے۔ اس علاقے میں اللہ تعالیٰ نے بڑے خزانے رکھے ہیں۔ تاریخی طور پر دیکھیں تو یہ علاقہ دنیا کا مرکز رہا ہے۔ شروع سے ہی اس خطے میں اقتدار کی جنگیں ہوتی رہی ہیں۔ جو بھی سپر طاقتیں اُبھری ہیں ان کے مفادات اس خطے سے وابستہ رہے ہیں۔ امریکہ سے پہلے یہاں پر سوویت یونین ایک سپر پاور کی حیثیت سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اسی لیے وہ افغانستان بھی آیا تھا۔ اس وقت بائی پولر دنیا تھی اور روس اور امریکہ کے درمیان سرد جنگ کی صورتحال تھی۔ جب سوویت یونین کے ٹکڑے ہوئے تو پھر امریکہ نے نعرہ بلند کیا کہ اب دنیا ہماری ہے۔ امریکہ کو آپ حالیہ دور کا فرعون بھی کہہ سکتے ہیں اور پچھلے سولہ سال سے وہ بھی افغانستان میں پھنسا ہوا ہے۔ اصل میں اس کا منصوبہ پوری دنیا کو کنٹرول کرنے کا ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہاں پر اس کے سیاسی، معاشی اور مذہبی مفادات بھی ہیں۔ افغانستان میں معدنیات بہت ہیں اور یہاں بیٹھ کر وہ وسط ایشیائی ریاستوں کے گیس کے ذخائر کو کنٹرول کرے گا۔ اس کے علاوہ وہ یہاں بیٹھ کر روس اور چائنہ دونوں پر نظر رکھ سکتا ہے۔ مذہبی مفادات اس لیے ہیں کہ سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد سرمایہ دارانہ نظام کو خطرہ صرف اسلامی نظام سے محسوس ہو رہا تھا اور افغان طالبان نے اسلامی نظام قائم کر لیا تھا۔ یہ اس کے ملٹی پل مفادات ہیں۔ لیکن وہ اپنی تمام تر سپر میسی کے باوجود افغانستان میں اپنے قدم جما نہیں پایا۔ جس کی وجہ سے وہ کوئی مفاد بھی نہیں حاصل کر سکا۔

سوال: افغانستان میں ڈیڑھ عشرہ سے زائد امریکی تسلط کا رزلٹ کیا ہے؟

ایوب بیگ مرزا: ساری دنیا جانتی ہے کہ نائن الیون کے سانحہ کا بہانہ بنا کر امریکہ یہاں آیا تھا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ اسامہ بن لادن اس سانحہ کا ذمہ دار ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس نے طالبان سے پہلے یہ مطالبہ کیا کہ اسامہ کو

مرتب: محمد رفیق چودھری

ہمارے حوالے کرو۔ طالبان نے کہا کہ ہم تحقیق کریں گے، اگر اسامہ نائن الیون کے واقعہ میں ملوث پایا گیا تو ہم اس کو افغانستان سے نکال دیں گے۔ اس پر جب اس نے دیکھا کہ اسامہ کو وہاں سے نکالا جا سکتا ہے تو اس نے کہا کہ امریکی فوجیں افغانستان میں ضرور آئیں گی کیونکہ وہاں القاعدہ کا نیٹ ورک ہے، اس کو ختم کرنا ہے۔ اس سے اس کی نیت ظاہر ہوتی ہے۔ جہاں تک اس کے نتائج کا تعلق ہے تو عسکری و سیاسی لحاظ سے امریکہ مکمل طور پر ناکام ہوا ہے۔ یعنی افغان طالبان کو جنگ میں شکست دینے کے باوجود بعد میں گوریلا جنگ میں امریکہ جس طریقے سے وہاں پٹا ہے شاید وہ اس طرح ویت نام میں بھی نہیں پٹا تھا۔ معاشی لحاظ سے اس نے تقریباً ایک کھرب ڈالر خرچ کیے۔ اس نے وہاں سے کچھ معدنیات بھی حاصل کیں لیکن اس کا وہ ذکر نہیں کرتے۔ کیونکہ افغانستان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ دنیا کی تمام معدنی دولت وہاں موجود ہے۔ البتہ امریکہ کو افغانستان میں اگر کوئی کلیدی کامیابی حاصل ہوئی ہے تو وہ مذہبی حوالے سے ہے کہ اُس نے وہاں ایک اسلامی حکومت کو گرا دیا اور اس طرح اسلامی نظام کا ایک ماڈل کھل کر دنیا کے سامنے نہ آ سکا۔ اس کے علاوہ ایک کامیابی اسے یہ بھی حاصل ہوئی ہے کہ اس نے باقی ممالک کا راستہ افغانستان میں روک دیا ہے۔ یہ بھی اس کی کامیابی ہے کہ وہ افغانستان میں بیٹھ کر چائنہ، روس اور وسطی ایشیائی ریاستوں پر نگاہ رکھ سکے گا اور سینٹرل ایشیا میں تیل کے ذخائر سعودی عرب سے بھی زیادہ بتائے جاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اب اس کا فوکس طالبان نہیں رہے بلکہ اس کا فوکس اس بات پر ہے کہ وہ افغانستان میں موجود رہے تاکہ کوئی دوسری طاقت افغانستان تک رسائی حاصل نہ کر سکے۔ کیونکہ امریکہ یہ جانتا ہے کہ چائنہ چاہتا ہے کہ وہ افغانستان میں جنگ کے ذریعے نہیں بلکہ محبت اور تجارت کے ذریعے آئے جس کا فائدہ افغانوں کو بھی ہوگا کہ اُن کی معیشت ترقی کرے گی۔

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: جنگ عظیم اول اور دوم یورپ میں لڑی گئی تھیں اور اس کے بعد بھی یورپ کی لڑائی ویت نام اور کمبوڈیا وغیرہ میں ہوتی رہی۔ لیکن ایشیا کا یہ خطہ اس زمانے میں محفوظ رہا۔ پھر یورپی طاقتوں نے فیصلہ کیا کہ وہ آئندہ یورپ میں جنگ نہیں لڑیں گے لہٰذا انہوں نے یورپین یونین بنائی اور وہاں امن قائم کر دیا۔ اگر کوئی اختلافات پیدا بھی ہوتے ہیں تو انہیں وہ مذاکرات کے ذریعے حل کر لیتے ہیں۔ لیکن امریکہ کو سوویت یونین کے خاتمہ کے بعد کھلا میدان مل گیا اور اس نے نائن الیون کے بعد پہلے افغانستان، پھر عراق، پھر شام اور لیبیا پر چڑھائی کی جس

سے اس کی معاشی حالت بہت بری طرح متاثر ہوئی۔اس وقت امریکہ اندرونی طور پر بہت مقروض ملک ہے۔جبکہ دنیا میں اس کا مدمقابل چائنہ ہے جس نے معاشی میدان میں بہت ترقی کر لی ہے۔اس وقت اگر امریکہ کی معیشت قائم ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ چائنہ اس کو گرنے نہیں دیتا کیونکہ اس میں چائنہ کا بھی فائدہ ہے۔کیونکہ چائنہ کی معیشت کارپوریٹ سیکٹر کے بل بوتے پر قائم ہے۔اگر وہ امریکہ کے کارپوریٹ سیکٹر کو گرانا چاہے تو اس کے اثرات چائنہ پر بھی پڑیں گے۔جبکہ امریکہ چین کی اقتصادی ترقی کی رفتار کو کم کرنے کے لیے آسٹریلیا، جاپان اور فلپائن کو ساتھ ملا کر سمندری حدود میں اُس کو threat کرتا ہے۔ چائنہ نے وہاں سے امریکہ کی توجہ ہٹانے کے لیے ایشیا میں سی پیک کا منصوبہ بنایا۔لہٰذا امریکہ کا اب افغانستان میں مفاد معاشی یا مذہبی سے زیادہ سیاسی ہے کیونکہ یہاں بیٹھ کر وہ چائنہ کا راستہ روکنا چاہتا ہے۔اسی لیے تازہ خبر یہ ہے کہ امریکہ عراق سے اپنی پانچ ہزار فوج افغانستان بھیج رہا ہے۔لہٰذا وہ افغانستان میں اپنی موجودگی برقرار رکھے گا چاہے اسے طالبان کے خلاف کامیابی ہو یا نہ ہو۔

سوال: ایک رائے یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں رہ کر چائنہ کی سینٹرل ایشین ریاستوں تک رسائی روکنا چاہتا ہے کیا آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: امریکہ کا افغانستان میں رہنے کا منصوبہ کثیر المقاصد ہے۔ان میں چائنہ کا گھیراؤ، مذہبی انتہا پسندی کو روکنا، سیاسی اسلام کو کچلنا، سینٹرل ایشین ریاستوں تک کسی دوسرے ملک کی رسائی روکنا اور پاکستان کے ایٹمی اثاثوں کے خلاف اقدام جیسے مقاصد شامل ہیں۔جس کی وجہ سے اس کے پاؤں افغانستان میں جکڑے ہوئے ہیں۔سردست دو فوائد تو اسے حاصل ہیں۔ ایک وہ طالبان کی مزاحمت کے باوجود معدنیات سے مستفید ہو رہا ہے اور دوسرا اس کی افغانستان میں موجودگی سے پاکستان پر انڈیا کا پریشر بڑھ رہا ہے کیونکہ اس طرح پاکستان کی دونوں سرحدیں غیر محفوظ ہو جاتی ہیں۔بی بی سی کی رپورٹ کے مطابق ستر فیصد علاقے پر طالبان کا قبضہ ہے۔کچھ پر تو وہ حکومت کر رہے ہیں کچھ پر ان کا اثر ورسوخ بہت زیادہ ہے یعنی ان کی مرضی کے بغیر کچھ ہو نہیں سکتا۔ان علاقوں میں جہاں ضرورت پڑتی ہے تو امریکہ صرف فضائی حملے کرتا ہے۔زمینی حملے کے لیے اس کے فوجی سامنے نہیں آتے۔

سوال: کیا پاکستان طالبان اور امریکہ کے درمیان کوئی مصالحتی رول ادا کر سکتا ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس وقت امریکہ پوری دنیا میں یہ پروپیگنڈا کر رہا ہے کہ ہمیں افغانستان میں جو کنٹرول حاصل نہیں ہو رہا اس کی بنیادی وجہ پاکستان ہے۔یہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے والی بات ہے، امریکہ بہانے تراش رہا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ پاکستان کا طالبان میں اتنا اثر رسوخ ہے کہ وہ انہیں امریکہ کے ساتھ مذاکرات پر مجبور کر سکتا ہے۔حالانکہ ایسا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ پاکستان کا افغان طالبان پر کوئی کنٹرول نہیں ہے۔

سوال: پاک امریکہ سفارتی تعلقات کے بگاڑ میں انڈیا کا رول کیا ہے؟

> امریکہ کو افغانستان میں اگر کوئی کلیدی کامیابی حاصل ہوئی ہے تو وہ مذہبی حوالے سے ہے کہ اُس نے وہاں ایک اسلامی حکومت کو گرا دیا اور اس طرح اسلامی نظام کا ایک ماڈل کھل کر دنیا کے سامنے نہ آ سکا۔

ایوب بیگ مرزا: پاک امریکہ تعلقات کے بگاڑ میں انڈیا کا بھی کچھ نہ کچھ رول ہوگا لیکن اصل بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔جب پاکستان بنا تھا تو پاکستان اور امریکہ کو ایک دوسرے کا فطری اتحادی سمجھا گیا تھا۔کیونکہ دونوں الہامی مذاہب کے ماننے والے تھے۔انڈیا میں چونکہ کوئی الہامی مذہب نہیں ہے لہٰذا یہ سمجھا گیا تھا کہ امریکہ اور انڈیا دور رہیں گے۔لیکن اصل حقیقت اب سمجھ میں آ رہی ہے جس کا اب اعتراف کیا جا رہا ہے کہ امریکہ اور انڈیا فطری اتحادی ہیں۔پاکستان کے ساتھ امریکہ کا اتحاد بھی بالکل ٹھیک تھا لیکن اس میں امریکہ کی نیت میں فرق تھا۔وہ ظاہراً یہ کہہ رہا تھا کہ آپ اور ہم الہامی مذہب کے ماننے والے ہیں اور ہم فطری دوست ہیں اس حوالے سے امریکہ نے پاکستان کی مدد بھی کی۔کیونکہ اس وقت امریکہ کا دشمن سوویت یونین تھا اور سوویت یونین چونکہ لامذہب تھا اس لیے امریکہ نے پاکستان کے ساتھ مذہبی بھائی ہونے کا ڈھونگ رچایا کیونکہ وہ پاکستان کے تعاون سے سوویت یونین کو شکست دینا چاہتا تھا۔پاکستان نے بھی ملحدین کی بجائے الہامی مذہب پر یقین رکھنے والوں سے تعلقات قائم کرنے کو ترجیح دی۔اس لیے پاکستان امریکہ کے قریب ہو گیا۔لیکن جب سوویت یونین شکست وریخت کا شکار ہو گیا تو ساتھ ہی امریکہ کا اصل چہرہ بھی سامنے آ گیا۔اس وقت امریکہ پر یہودیوں کا کنٹرول بہت زیادہ ہے جبکہ پاکستان کی یہودیوں سے ازلی دشمنی ہے۔اس لیے اب امریکہ نے یہودیوں کے دباؤ میں آ کر پاکستان سے منہ موڑ لیا ہے۔آج سے 35 سال پہلے بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ایک سیمینار میں معروف صحافی مجیب الرحمٰن شامی سے سوال کیا تھا کہ کیا امریکہ پاکستان کا بڑا دشمن ہے یا بھارت؟ شامی صاحب نے ہنس کر جواب دیا کہ اس میں دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں کہ بھارت بڑا دشمن ہے جبکہ امریکہ تو ہمارا دوست ہے۔اس پر ڈاکٹر صاحب نے کہا تھا کہ امریکہ پاکستان کا سب سے بڑا دشمن ثابت ہوگا۔آج ڈاکٹر صاحب کی بات صحیح ثابت ہو رہی ہے۔ آج امریکہ پاکستان کے خلاف انڈیا کا کندھا استعمال کر رہا ہے۔کیونکہ امریکہ، انڈیا اور اسرائیل تینوں اسلام کے مشترکہ دشمن ہیں۔البتہ ان کے اہداف میں کچھ فرق ہے۔انڈیا چاہتا ہے کہ پاکستان کو صفحہ ہستی سے مٹا دیا جائے جبکہ امریکہ چاہتا ہے کہ پاکستان ایک مفلوج، غریب، کمزور، لاغر ملک کی حیثیت سے نقشے پر موجود رہے تاکہ وہ اس سے آسانی سے کام لے سکے۔حقیقت میں اس وقت امریکہ پاکستان کا حقیقی دشمن ہے۔

سوال: قیام پاکستان کے بعد پاکستان اور امریکہ کے تعلقات الہامی مذہب کی بنیاد پر قائم ہوئے۔کیا اس وقت پاکستان کی بھی یہی سوچ تھی؟ اور کیا پاکستان افغانستان میں امریکی ناکامیوں کا ذمہ دار ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: قوموں کے مفادات تبدیل ہوتے رہتے ہیں۔جب پاکستان قائم ہوا تو اسے روس اور امریکہ دونوں کی طرف سے سفارتی تعلقات کی آفر ہوئی۔ اس وقت پاکستان کے وزیراعظم لیاقت علی خان نے روس کی بجائے امریکہ سے تعلق بڑھنے کو ترجیح دی۔دلوں کے حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ اس وقت ان کے پیش نظر کیا تھا۔اس وقت امریکہ میں کیتھولک عیسائی زیادہ تھے۔لیکن یہودیوں کا اثر ورسوخ کافی بڑھ رہا تھا۔لہٰذا یہ کہنا کہ پاک

امریکہ تعلقات مذہبی بنیاد پر قائم ہوئے تھے، یہ کوئی حتمی بات نہیں ہوسکتی۔ پاکستان کے قیام کے حوالے سے کچھ لوگوں کی رائے یہ بھی ہے کہ یہ انگریزوں کی پالیسی تھی کہ انڈیا اور افغانستان کے درمیان ایک بفر ریاست قائم کر دی جائے۔ انڈیا نے شروع سے پاکستان کو دلی طور پر تسلیم نہیں کیا جس کی وجہ سے یہ دونوں ممالک اچھے ہمسایوں کی طرح نہیں رہ سکے۔ اس چیز کو عالمی طاقتوں نے باقاعدہ exploit کیا ہے کیونکہ ہر ملک اپنا مفاد دیکھتا ہے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امریکہ کی افغانستان میں ناکامی کا ذمہ دار پاکستان ہے یا نہیں تو اس بارے میں دوٹوک الفاظ میں کہا جاسکتا ہے اس کا ذمہ دار کوئی اور نہیں بلکہ امریکہ خود ہے۔ نائن الیون کے بعد جب امریکہ نے پاکستان کے سامنے اپنے مطالبات رکھے تھے تو انہیں مشرف نے فوراً مان لیا تھا۔ حالانکہ امریکہ کو اس کی توقع نہیں تھی۔ مشرف یہ سمجھ رہا تھا کہ اگر اس وقت ہم امریکہ کا ساتھ دیں گے تو وہ ہمارے بہت سارے مسائل حل کرالے گا اور اگر ساتھ نہ دیا تو پھر انڈیا ہماری جگہ لے لے گا۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ اس کا یہ فیصلہ غلط تھا۔ پاکستان نے اپنے ایئربیس دیے، جانیں قربان کیں لیکن امریکہ نے اس کے بدلے میں کوئی زیادہ امداد بھی نہیں دی کیونکہ اگر صحیح طریقے سے امداد دی ہوتی تو آج پاکستان کی معاشی صورت حال ایسی نہ ہوتی۔ امریکہ کو پاکستان کا تعاون اس وقت بھی حاصل تھا اور اب بھی ہے۔ پاکستان کی مدد کے بغیر افغانستان میں امریکن فورسز کی آن گراؤنڈ موجودگی ممکن رہ ہی نہیں سکتی کیونکہ امریکہ کو نیٹو فورسز چھوڑ کر چلی گئیں۔ لہٰذا پاکستان کے اس ناکامی کا ذمہ دار ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ امریکہ کو چاہیے کہ وہ بیٹھ کر اپنی ناکامی پر غور کرے اور صحیح نتیجے پر پہنچے۔

سوال: آئندہ چند دنوں میں اہم امریکی شخصیات کی پاکستان آمد اس خطے کے سیاسی مستقبل پر کس حد تک اثر انداز ہوسکتی ہے؟

ایوب بیگ مرزا: اب افغان طالبان امریکہ کا نمبر ون فوکس نہیں رہے۔ جو امریکی جنرلز آرہے ہیں وہ دو مطالبات لے کر آرہے ہیں۔ ایک یہ کہ پاکستان افغان طالبان کی مدد نہ کرے۔ دوسرا وہ پاکستان کے ایٹمی اثاثہ جات کے حوالے سے بات کرنے آرہے ہیں۔ پہلا معاملہ تو ایک بہانہ ہے لیکن اصل معاملہ دوسرا ہے کیونکہ نائن الیون کے بعد ان کے مقاصد میں ایک مقصد یہ شامل تھا کہ پاکستان کو ایٹمی صلاحیت سے محروم کرنا ہے۔ شنید یہی ہے کہ وہ پاکستان کو کہیں گے کہ وہ اپنے ایٹمی منصوبے کو مکمل رول بیک کرے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس حوالے سے پاکستان کا سوچنا بھی گناہ ہوگا۔ کیونکہ غیر ایٹمی پاکستان کو انڈیا ایک دن بھی زندہ نہیں رہنے دے گا۔

سوال: احادیث نبویہ کی روشنی میں احیائے اسلام کے حوالے سے اس خطے کا کیا رول ہے؟

ڈاکٹر غلام مرتضیٰ: اس وقت دنیا میں مسلمانوں کی آبادی ڈیڑھ ارب کے قریب ہے۔ لیکن مجموعی طور پر مسلمان مذہبی لحاظ سے بہت زبوں حالی کا شکار ہیں۔ احادیث میں خراسان کے جس علاقے کا ذکر آیا ہے وہ افغانستان اور پاکستان کے شمالی علاقہ جات پر مشتمل ہے۔ اسی کو پرانے زمانے میں خراسان کہا جاتا تھا۔ احادیث میں یہی ذکر ملتا ہے کہ جب مہدی کا ظہور ہوگا تو ان کی قوت کو مضبوط کرنے کے لیے فوجیں اسی خطے سے جائیں گی۔ جیسے اقبال نے کہا تھا کہ

میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

اس کا مطلب ہے کہ اس خطے میں اس وقت اسلام کا احیاء ہو چکا ہوگا۔ جیسا کہ نائن الیون سے پہلے افغانستان میں اسلامی حکومت قائم ہوچکی تھی اور اسلام بطور نظام نافذ تھا۔ اگرچہ معاشی لحاظ سے وہ کافی کمزور تھے لیکن اسلامی لحاظ سے وہاں ایک مثالی حکومت تھی۔ وہاں امن وامان مثالی تھا۔ ان احادیث پر جتنا یقین غیر مسلموں کو ہے اتنا شاید مسلمانوں کو نہیں ہے۔ اسی لیے انہوں نے اس خطے کو فوکس کیا ہوا ہے۔

❁❁❁

> امریکہ کو پاکستان کا تعاون پہلے بھی حاصل تھا اور اب بھی کسی قدر حاصل ہے کیونکہ نیٹو فورسز تو اس کو چھوڑ کر چلی گئیں لہٰذا پاکستان کی مدد کے بغیر افغانستان میں امریکن فورسز کی آن گراؤنڈ موجودگی ممکن رہ ہی نہیں سکتی۔

قارئین پروگرام "زمانہ گواہ ہے" کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

ضرورت رشتہ

☆ تنظیم اسلامی کے رفیق اور مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے کارکن، عمر 75 سال، لاہور میں ذاتی مکان اور ملازمت، (پہلی بیوی فوت) کے لیے 55 سے 65 سال تک کی عمر کی خاتون کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔
برائے رابطہ: 0301-4441698
0331-4665428

☆ رفیق تنظیم، عمر 40 سال، الیکٹرانکس انجینئر، ذاتی کاروبار، دوسری شادی کا متمنی، دینی مزاج کی حامل لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات اور عمر کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0332-3853805

☆ بہاولپور کے ایک رفیق تنظیم کو اپنے بیٹے، عمر 27 سال، تعلیم میٹرک، تین سالہ ڈپلومہ، رانا برادری، کو دینی مزاج کی حامل شرعی پردہ کی پابند لڑکی کا رشتہ درکار ہے۔ برائے رابطہ: 0301-7767100

☆ ملتان غربی کے ملتزم رفیق کو اپنی بہن، عمر 24 سال، تعلیم میٹرک سائنس، شیخ برادری، کو برسرروزگار دینی مزاج کے حامل لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں ہے۔
برائے رابطہ: 0304-7188535

دعائے مغفرت کی اپیل

حلقہ پنجاب شرقی، فورٹ عباس کے رفیق محترم محمد ادریس وفات پاگئے۔
برائے تعزیت (بیٹا): 0305-2112118

☆ حلقہ کراچی جنوبی کی مقامی تنظیم قرآن اکیڈمی کے نقیب جناب زبیر اقبال کی والدہ جبکہ نقیب و ناظم بیت المال جناب ذیشان طاہر کے پھوپھا وفات پاگئے

☆ حلقہ پنجاب شرقی، پاکپتن کے ملتزم رفیق محترم حق نواز وٹو کی اہلیہ وفات پاگئیں۔
برائے تعزیت: 0302-9393612

☆ حلقہ کراچی وسطی قرآن مرکز جوہر کے رفیق جناب سید شاہد ودود کے بھائی وفات پاگئے
برائے تعزیت: 0306-2258396

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ
فِیْ رَحْمَتِکَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

عشق ہے شمشیر تری!!

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکی تاریخ، بلکہ جدید دور کی طویل ترین جنگ عجب موڑ پر آن کھڑی ہے۔

دیکھ کہ دل کہ جاں سے اٹھتا ہے
یہ دھواں سا کہاں سے اٹھتا ہے!

’سگار‘ سے اٹھتا ہے جو مخفف ہے امریکی محکمے سپیشل انسپکٹر جنرل فار افغان ری کنسٹرکشن، کا۔ SIGAR کی تازہ رپورٹ کہہ رہی ہے کہ امریکہ افغانستان کا کنٹرول کھو رہا ہے۔ 70 فیصد علاقے پر طالبان کا قبضہ ہے۔ امریکہ کا جانی نقصان بڑھ گیا ہے۔ باوجود یہ کہ امریکی فضائی حملے 3 گنا بڑھ چکے ہیں۔ کہاں بش، اوباما سے ہوتی ٹرمپ جیسے صدر پر آن اٹکی ہے۔ امریکی خود شدید بوکھلاہٹ کا شکار ہیں۔ پینٹاگون، سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ تنقید کی زد میں ہیں۔ اسی ماہ امریکی سینٹ میں ریپبلکن، ڈیموکریٹ دونوں ہی نے سنجیدہ سوال اٹھائے ہیں کہ کیا ٹرمپ یہ طویل ترین جنگ ختم کر سکے گا؟ یہ جنگ اس سال ٹیکس دہندگان کو 45 بلین ڈالر میں پڑے گی۔ نیز یہ کہ طالبان آج اکتوبر 2001ء میں امریکی حملے کے وقت سے بھی زیادہ علاقے پر قابض ہیں۔ بی بی سی نے بھی رپورٹ دی ہے کہ طالبان 70 فیصد افغانستان میں کھلے عام متحرک ہیں۔ 14 ڈسٹرکٹ ان کے مکمل کنٹرول میں ہیں۔ (نیز یہ امر دلچسپ ہے کہ شمالی افغانستان، بدخشاں کے علاقے میں طالبان کبھی بھی مضبوط نہ تھے۔ آج وہاں بھی پاؤں جما چکے ہیں!)

گزشتہ ماہ کابل میں بے شمار ہلاکتوں کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ پے در پے تین بڑے حملوں میں۔ ڈیموکریٹ سینیٹر کرس کونز نے کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ افغانستان سے باہر نکلنے کا کوئی واضح راستہ ہے۔ میرا خدشہ ہے کہ طالبان ہمیں وہاں لامنتہا انتظار میں لٹکائے رکھیں گے اور عین ممکن ہے کہ میری باقی زندگی تک ہم وہیں اٹکے رہیں گے! یاد کیجیے، ملا عمر نے بش سے کہا تھا: تمہارے پاس گھڑی ہے ہمارے پاس وقت! جس کا اقرار، اظہار سینیٹر نے کیا ہے! گھڑی کی دھڑکن بند ہونے کو ہے۔ ریپبلکن سینیٹر رینڈ پال نے کہا کہ ٹرمپ نے 15 ہزار اہلکار تعینات کیے ہیں۔ اوباما انتظامیہ ایک لاکھ فوج لگا کر بھی انہیں مذاکرات پر رضامند کرنے میں ناکام رہی۔ اب بری طرح الجھاؤ کا شکار امریکہ کو دیکھیے جو پانی کی طرح کھربوں ڈالر بہا کر، معاشی کمر تڑوا کر، کئی امریکی جرنیل رسوا کروا کر (عہدوں سے سبکدوشی، جنسی سکینڈل، پیشہ ورانہ نااہلی) ذلت وخواری اٹھا کر، تابوت ڈھوتے، معذور، نفسیاتی مریض کھیپ در کھیپ فوجی سمیٹ کر مخمصے کی دلدل میں دھنسا بیٹھا ہے۔ غصہ پاکستان پر نکال رہا ہے (جس نے خود نہایت بھاری قیمت اس جنگ کی ادا کی ہے)۔

اب آیئے ذرا تازہ کر لیجیے ملا عمرؒ کا 26 ستمبر 2001ء کا امریکی حملے کے تناظر میں وائس آف امریکہ کو انٹرویو (گارڈین رپورٹ)۔

وائس آف امریکہ: ’’کیا آپ جانتے ہیں کہ امریکہ نے دہشت گردی کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے؟‘‘

ملا عمر: ’’میرے سامنے دو وعدے ہیں۔ ایک اللہ کا، دوسرا بش کا۔ اللہ کا وعدہ ہے کہ اس کی زمین وسیع ہے۔ اگر تم اللہ کی راہ میں نکلو گے تو وہ خود تمہاری حفاظت کرے گا تم جہاں کہیں بھی ہو۔ بش کا وعدہ ہے کہ تمہیں زمین میں چھپنے کی جگہ نہیں ملے گی۔ ہم دیکھ لیں گے کہ کون سا وعدہ پورا ہوتا ہے۔‘‘

یہاں تازہ کر لیجیے کہ امریکہ پوری گھن گرج کے ساتھ، متکبرانہ ناموں کے ساتھ جنگ لے کر افغانستان میں اترا تھا۔ سائنس ٹیکنالوجی تازہ ترین اسلحہ ساز فیکٹریوں سے ڈھلی، بھاری بھرکم چمکتی دمکتی بری، بحری، ہوائی فوجیں سپر پاوری اسلحے سے لیس، ٹریننگ اکیڈیمیوں سے تربیت یافتہ۔ اقوام متحدہ کی آشیرباد، قراردادوں کی پشت پناہی۔ 49 ممالک کی پے در پے اترتی سپاہ...... جنگ کا نام (Enduring Freedom) ’’لازوال آزادی‘‘ رکھا! مسلسل ہوتے آپریشن ایک سے ایک زوردار نام ور تھے۔ مثلاً آپریشن ایناکونڈا (اژدہا)، شیر دل، چیتے کا (زور آور) پنجہ، Shock and Awe نام ہی دہلانے کو کافی تھے۔ ’’ہم تمہیں دھواں دے کر تمہارے غاروں سے نکال باہر کریں گے۔‘‘ اور حقیقتاً بھی آکسیجن سلب کرنے والے آلات استعمال کیے غاروں پر۔ کنٹینروں میں حبس دم سے قیدیوں کو بے رحمانہ شہید کر کے اجتماعی قبروں کے دہانوں میں لے جا اتارا۔

ایک نہتے، معاشی دفاعی طور پر کمزور ترین ملک نے 17 سال جو عزیمت کا مظاہرہ کیا ہے انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اُس وقت انٹرویو کرتے ہوئے VOA کے نمائندے نے پلٹ پلٹ کر ملا عمر پر جنگ کا خوف مسلط کرنا چاہا: ’’کیا آپ اپنے لیے، عوام، طالبان اور ملک کے لیے خوفزدہ نہیں ہیں؟‘‘

ملا عمر: ’’اللہ اہل ایمان کی مدد کر رہا ہے۔ امریکہ خواہ کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو، یہ ہمیں شکست دینے کے قابل نہیں ہو سکتا۔ ہمیں یقین ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ اگر اللہ ہمارے ساتھ ہے تو ہمیں کوئی شکست نہیں دے سکتا۔ ہم اللہ کی مدد، رحمت پر بھروسا رکھتے ہیں۔‘‘ آگے چل کر کہتے ہیں: ’’میرے یا اسامہ کے مر جانے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ امریکہ بہت مضبوط ہے؟ اگر وہ اس سے دوگنا چوگنا بھی مضبوط ہو جائے...... وہ ہمیں شکست دینے کے قابل پھر بھی نہ ہو سکے گا۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر اللہ ہمارے ساتھ ہے تو کوئی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ دیکھو! نوٹ کر لو۔ ہم اللہ پر بھروسا کرنے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔ جو ایسا کرے، اللہ اس کی مدد لازماً کرے گا، اس پر رحمت فرمائے گا اور وہ کامیاب رہے گا۔‘‘

’’اللہ تمہاری مدد پر ہو تو کوئی طاقت تم پر غالب آنے والی نہیں، اور وہ تمہیں چھوڑ دے تو اس کے بعد کون ہے جو تمہاری مدد کر سکتا ہو۔ پس جو سچے مومن ہیں ان کو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہیے۔‘‘ (آل عمران: 160) یہ تھا ملا عمر کی قوت کا راز! گفتگو کا سرچشمہ! ایسا ہی ایک انٹرویو 15 نومبر 2001ء کو بی بی سی کو دیا (حملے کے بعد) جس میں امریکہ کے زمین بوس ہونے اور صفایا ہونے کی پیشین گوئی ملا عمرؒ نے کی۔ کہنے لگے: ’’اسے نوٹ کر لو یہ پیشین گوئی ہے۔‘‘ بی بی سی نے ایٹمی، کیمیائی، حیاتیاتی ہتھیاروں سے حملے بارے پوچھا (کہ کس بنیاد پر امریکہ کا صفایا ہو گا؟)۔ ملا عمرؒ: ’’نہیں! ہتھیاروں کا معاملہ نہیں ہے، یہ اللہ کی مدد سے ہوگا۔ اللہ کے حکم سے ہوگا۔ انسانی عقل سے بالاتر

ایک بڑا کام ہے۔'' سو وہ وقت آن پہنچا۔ ساری تاریخ ایک مرتبہ پھر سمٹ آئی، دہرائی گئی۔ عقل نارسا کے بس میں یہ کہانی نہیں۔ عقل ہے محوِ تماشائے لبِ بام ابھی! نمرود کے مچھر سے پوچھ لو۔ فرعون اپنی پوری فوج سمیت کر خود لے آیا قلزم میں غرقابی کو۔ اس وقت چلایا: ''میں ایمان لایا بنی اسرائیل کے رب پر!'' عین اسی کی مانند رچرڈ ہالبروک امریکہ کا مایہ ناز نمائندہ خصوصی 14 دسمبر 2010ء کو یہ کہتے ہوئے مرا: ''تمہیں یہ جنگ ختم کرنا ہوگی۔ اوباما کا چہیتا قیمتی نگینہ اس جنگ کے غم میں دل ہار بیٹھا۔ You,ve got to stop this war in Afghanistan اس کے آخری الفاظ تھے۔ (CBS نیوز) آٹھ سال مزید بیت گئے!

طالبان نے امریکی عوام کو مخاطب کرتے ہوئے اب پیغام دیا ہے بات چیت کی پیش کش کا۔ انہوں نے یہ انتباہ بھی کیا ہے کہ امن کے لیے رضا مندی کو ہماری کمزوری نہ سمجھا جائے۔ یہ جنگ مذاکرات کے ذریعے ختم کی جا سکتی ہے۔ تاہم واضح رہے کہ ہم تھکے نہیں ہیں۔ ہماری مسلح جدوجہد جاری رہے گی خواہ امریکی کتنے ہی مضبوط کیوں نہ ہوں۔ امریکہ کو قبضہ ختم کر کے عوامی امنگوں کے عین مطابق طالبان کا حکومت بنانے کا حق اب تسلیم کرنا چاہیے۔ (رائٹرز 14 فروری) امریکہ طالبان کی پیش کش سے فائدہ اٹھالے جبکہ وہ ایسے حال کو پہنچ چکا ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن! موقع غنیمت جانے۔ تاہم فتنۂ دجال کو اپنے منطقی انجام کی طرف بڑھنا ہے اور خراسان کی سرزمین اس کا اہم حصہ ہے! ملا عمرؒ کا یقین حرف بہ حرف پورا ہو چکا۔ وہ خود مراد پا گئے اور ان کی پیشین گوئیاں پوری ہوگئیں۔

پوری اسلامی تاریخ ایسی ہی کہانیاں سناتی ہے۔ جنگِ مؤتہ میں تین ہزار مجاہدین دو لاکھ فوج کے مقابل زید بن حارثہؓ کی قیادت میں۔ شام اور ایران کی سرزمین، سپین شمالی افریقہ کی فتوحات۔ تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا! فرق صرف یہ ہے کہ افغانستان کی سرزمین ایمان اور قرآن سے فیض یاب رہی۔ بقایا امتِ مسلمہ؟ جنگِ مؤتہ کے شیروں، غزوۂ تبوک کے معرکے سر کرنے والوں کی سرزمین اپنی شناخت مٹانے، بھلانے میں دن رات ایک کر رہی ہے۔ ہمارے رینڈ کارپوریشن سکالر جاوید غامدی کی طرح سعودی احمد قاسم الغامدی (سابق مذہبی پولیس چیف، مکہ) نے عالمی یوم عاشقی وفحاشی (ویلنٹائن ڈے) کی بھرپور حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ یہ (نئی) شریعت کے خلاف نہیں۔ وہاں عبایا عورت کے لیے غیر ضروری ہوگیا۔ (عقل پہ مردوں کے پڑ گیا) اور تھیٹر میں عورت ''پرفارم'' کرنے کو آ کھڑی ہوئی! ڈھونڈلی قوم نے فلاح کی راہ۔ یہ دوطرفہ کہانی عشق، عاشقی ہی کی ہے۔

صدقِ خلیلؑ بھی ہے عشق صبرِ حسینؓ بھی ہے عشق
معرکۂ وجود میں بدر و حنین بھی ہے عشق!

افغانستان میں صدقِ خلیلؑ وصبرِ حسینؓ کارفرما رہا۔ نئی تاریخ رقم کر گیا۔ ہمارے مقدر پرویز مشرف برانڈ روشن خیال، تباہ حال ویلنٹائنی عشق کے گڑھے میں جا لتھڑے۔ قصور کے سارے قصوروار برآمد ہوئے۔ سرکاری قاتلوں کی المناک داستانیں، بھتہ خوریوں، لوٹ مار، وحشت و درندگی، اخلاقی گراوٹ، معاشی بدحالی کا مارا امریکہ کا فرنٹ لائن اتحادی! نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم۔

☆☆☆

دعوت فکر وعمل

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی

رانا عرفان علی

فضا ہر روز اللہ اکبر کے نعروں سے پانچ دفعہ گونجتی ہے اور اہلِ ایمان کو نماز اور فلاح کی دعوتِ عام دیتی ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں میں سے بمشکل 8،10 فیصد اللہ کی اس پکار پر لبیک کہتے ہیں جبکہ بقیہ حرص وہوس کے بندے اپنے عمل سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ نہ تو وہ اپنے رب سے ملاقات (صلوٰۃ) کے امیدوار ہیں اور نہ ہی طالبِ آخرت (فلاح) ہیں۔ ان معدودے چند (8،10 فیصد) بندگانِ خدا میں کتنے خوش نصیب ہیں جنہیں دُنیا کے ہنگاموں میں ان مبارک کلمات کو سننے کی توفیق حاصل ہوتی ہے اور اُن میں سے بھی کس قدر خوش بخت ہیں جو شعور (دل) کے کانوں کے ساتھ اپنے رب کی پکار سنتے ہیں اور اس پر لبیک کہتے ہیں؟ یقیناً اگر ہم نے اپنے رب کی اذان سنی ہوتی تو ذلت ورسوائی ہمارا مقدر نہ ٹھہرتی بلکہ انتم الاعلون ان کنتم مومنین (اور تم ہی سربلند ہو گے اگر ایمان والے ہوتے) کے مصداق عزت وسربلندی اور سلطنت وشوکت ہمارے قدم چومتی۔ اذانِ بندۂ مومن کا وہ نعرۂ مستانہ ہے جو دُنیا کے مقدمات کو بدل کر رکھ دیتا ہے۔ بقول اقبالؒ:

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

فرمانِ نبوی ﷺ کے مطابق جو بندۂ مومن یقینِ قلبی سے اذان کے کلمات ادا کرے، جنت میں داخل ہوگا۔ لیکن آج حقیقت احوال کچھ اس سے زیادہ نہیں کہ ؏

رہ گئی رسمِ اذاں، روحِ بلالی نہ رہی

روحِ بلالی جس میں کلمہ ''احد احد'' حلول کر چکا ہو، کی اذان محض نماز کے لیے پکار نہیں بلکہ دین کی کامل دعوت (دعوۃ التامہ) ہے جو اہلِ ایمان کے لیے عشقِ الٰہی کا ترانہ اور کفروشرک کے لیے دعوت وپیغامِ توحید ہے۔

فرمانِ رسول کریم ﷺ کی روشنی میں بندگانِ رب کو رب کی جانب بلانے کی یہ دعوت سامانِ راحت (ارحنا یا بلالؓ) شیطان کو بھگانے کا ذریعہ، نومولود کے لیے نغمہ فطرت اور تمام مخلوقات کی موذنین کے حق میں گواہی کا سبب ہے۔ روزِ محشر یہ موذنین سب سے اُونچی گردنوں (عزت وتکریم کے اظہار کے لیے) والے ہوں گے۔ یہ عزت وسربلندی اس دُنیا میں بھی بندۂ مومن کے حصے میں آسکتی ہے اگر سنت ابراہیمیؑ کی پیروی کرتے ہوئے تمام بتوں (چاہے وہ بت نفس پرستی کا ہو، مال ودولت کا ہو، رواج کا ہو، برادری کا ہو، وطن کا ہو یا مادہ پرستی کا ہو) کو توڑ کر اذانِ تکبیر وتہلیل بلند کرنے کا حوصلہ پیدا کر لیں۔

اس صنم کدہ جہاں میں کہیں محض حیوانی سطح پر حیوانیت کی تسکین کی پکار ہے۔ کہیں وطن کے بت کو اُونچا کرنے کی بات ہے اور کہیں مثالی تہذیب ''طریقۃ المثلی'' کی آڑ میں ''نیو ورلڈ آرڈر'' بلکہ صحیح تر الفاظ میں ''جیو ورلڈ آرڈر'' کے غلبے کی بات ہے۔ نتیجتاً اس بے خدا مغربی تہذیب ونظریات نے مجموعی طور پر انسان کو ''احسن التقویم'' کے مقام ومرتبہ سے گرا کر حیوانِ محض (کالانعام) بلکہ اس سے بھی نیچے (بل ھم اضل) ذلت ورسوائی کی گہرائیوں میں گرا کر سب سے گھٹیا مخلوق (اسفل

من السافلین) میں شامل کر دیا ہے۔ ان جاہلیت کی پکاروں میں اعلانِ توحید (اذان ہی عدل وقسط پر مبنی دعوت ہے اور یہی رب کائنات کو محبوب ہے۔

﴿وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا﴾ (فصلت:33)

''اور اس سے بڑھ کر اچھی بات بھلا کس کی ہوگی جو بلائے اللہ کی طرف اور عمل صالح کرے۔''

کلماتِ اذان پر غور وفکر سے علم وحکمت کے بیش بہا خزانوں کا سراغ ملتا ہے جو بندۂ مومن کے لیے اپنے اندر دعوت فکر وعمل کے متعدد پہلو سموئے ہوتے ہیں۔

☆ اللہ اکبر یعنی تکبیر

بارگاہِ الٰہی سے رسول کریم ﷺ کو پروانۂ رسالت عطا فرماتے ہوئے اولاً حکم ''وربک فکبر'' (اور اپنے رب کی کبریائی کا اعلان کرو) دیا گیا۔ ان الفاظ اور ان کی بار بار تکرار میں یہ دعوت و پکار ازخود عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات وصفات میں سب سے بڑا ہے۔ اللہ کی یہ کبریائی صرف تسبیح ومناجات تک محدود نہیں بلکہ انسان کی ذات سے لے کر اُس کا گھر، گاؤں، شہر، ملک، پارلیمنٹ، عدالت، منڈی، یہاں تک کہ کل روئے ارضی پر اپنا ظہور چاہتی ہے۔

☆ شہادتین (اشھدان لا الہ الا اللّٰہ اور اشھد ان محمد رسول اللّٰہ)

(اشھدان لا الہ الا اللّٰہ) اس امر کا اعلان اور گواہی ہے کہ زمین وآسمان اور جو کچھ اس میں ہے، سب کا خالق ومالک صرف اور صرف اللہ ہے۔ وہی حاجت روا ومشکل کشا، نفع ونقصان کا مالک، قابل پرستش، مقتدر اعلیٰ، محبوب حقیقی اور مطلوب ومقصود اصل ہے۔ اللہ کے مقابلے میں یہ صنم کدہ جہاں، متاعِ غرور جبکہ مال ودولتِ دُنیا اور رشتہ وپیوند محض وہم وگمان اشھدان لا الہ الا اللّٰہ اسی ابراہیمی فکر کی دعوت ہے۔ بقول اقبالؒ:

کیا تو نے متاعِ غرور کا سودا
فریب سود و زیاں، لا الٰہ الا اللہ
یہ مال و دولتِ دنیا یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم وگماں، لا الٰہ الا اللہ

اشھد ان محمد رسول اللہ کا کلمہ اس بات کا اعلان ہے کہ محمد ﷺ کل روئے ارضی پر بسنے والے انسانوں کے لیے پیامبر اور رسول ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ کی اطاعت واتباع اور آپؐ پر نازل کردہ کتاب ہدایت کی پیروی وتنفیذ، دعوت وتبلیغ نشر واشاعت اور دین حق کے غلبہ واقامت کی جدوجہد ہر بندۂ مومن کا فرضِ منصبی ہے۔

☆ حی علی الصلوٰۃ

تکبیر اور شہادتین کے بعد بندگانِ رب کو رب سے جوڑنے کی ندا ''حی علی الصلوٰۃ'' ہے۔ نماز خالق ومخلوق کے درمیان حائل تمام حجابات کو ہٹا کر بندے کو رب سے ہم سخن کر دینے کا ذریعہ ہے۔

اذاں ازل سے ترے عشق کا ترانہ بنی
نماز اس کے نظارے کا بہانہ بنی

☆ حی علی الفلاح

یہ دعوت فکر وعمل ہے کہ کامیابی (فلاح) دنیا کی زیب وزینت میں گم ہونے میں نہیں (کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گم ہے) بلکہ اپنے رب کی طرف رجوع اور اُس کی دعوت پر لبیک کہنے میں ہے۔ سورۃ المومنون ایسے ہی اہل ایمان کے لیے فلاح یعنی حقیقی کامیابی کی نوید جانفزا لیے ہوتا ہے۔

اذان کے آخر میں دوبارہ تکبیر وتہلیل اپنے ایمان اور موقف پر پختگی کا اظہار جبکہ کفر وشرک سے برأت اور بے زاری کا اعلان ہے۔

معرکۂ حق و باطل کی صدائے بازگشت ویسے تو ازل ہی سے برپا ہے، لیکن آج باطل سائنس وٹیکنالوجی کی طاقت سے مسلح ہو کر فتنہ دجالیت کے سانپ کا روپ دھار چکا ہے جو اپنے پھن پھیلاتے انسانیت کو ڈسنے پر تلا ہوا ہے۔ یہ مہیب اندھیرے (ظلمات بعضھا فوق بعض) رب الفلق کی تائید ونصرت سے بندۂ مومن کی اذاں سے ہی سحر ہو سکتے ہیں۔

دُنیا کی عشا ہو جس سے اشراق
مومن کی اذاں ندائے آفاق

ضرورت اس امر کی ہے کہ بندگانِ خدا کے قلوب میں ایمانِ حقیقی کی اس شمع کو روشن کیا جائے جو ''معرکۂ روح و بدن'' میں کلمۂ حق اور نعرۂ تکبیر کی عملی تفسیر بنتے ہوئے ''تہذیب کے درندوں'' سے نبرد آزما ہوسکیں۔ میدان کارزار سجا ہوا ہے۔ ایک جانب ابلیس اپنی ابلیسی طاقتوں سے لیس حق کو دبانے کے لیے زور آزمائی کر رہا ہے۔ جبکہ دوسری جانب ایمان حقیقی سے سرشار بندگانِ رب اپنے رب پر بھروسا وتوکل کرتے ہوئے اعلائے کلمۃ اللہ کی اذانیں دے رہے ہیں۔

دنیا کو ہے پھر معرکۂ روح و بدن پیش
تہذیب نے پھر اپنے درندوں کو ابھارا
اللہ کو پامردیٔ مومن پہ بھروسا
ابلیس کو یورپ کی مشینوں کا سہارا

وقتی طور پر مشکلات ومصائب سے واسطہ پڑے گا اور اللہ اپنے بندوں کو ٹھوک بجا کر پرکھ لے گا۔ ان آزمائشوں کی بھٹیوں سے گزرنے والے مؤذنین ہی بالآخر شانِ باری تعالیٰ ''یخرج من الظلمات الی النور'' (وہ تاریکیوں سے روشنی کی جانب رہنمائی کرتا ہے) کے ظہور کا ذریعہ بنیں گے۔

آسماں ہوگا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

اصلاح معاشرہ میں حصہ ڈالیے

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''زمانے کو برا مت کہو، میں ہی زمانہ ہوں۔ رات اور دن کا الٹ پھیر میں کرتا ہوں۔'' (حدیث قدسی) اللہ تعالیٰ نے ایک بستی کو الٹنے کا حکم دیا تو جبریلؑ نے کہا کہ وہاں تو تیرا وہ بندہ بھی رہتا ہے جس نے پلک جھپکنے تک بھی تیری عبادت سے غفلت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پہلے اس پر الٹو بعد میں دوسروں پر۔ بستی میں میری نافرمانی ہوتی رہی اور کبھی اس کا چہرہ متغیر نہیں ہوا (حدیث) ''اللہ تعالیٰ بستیوں کو ہلاک نہیں کرتا جبکہ وہ لوگ اصلاح کرنے والے ہوں۔'' (ھود:117) اصلاح معاشرہ ہر شخص کی ذمہ داری ہے اور قیامت کے دن ہر شخص جوابدہ ہے۔ ایک عام آدمی اپنی ذمہ داری کیسے پوری کرے۔ اس رہنمائی کے لیے ایک چار ورقہ پمفلٹ شائع کیا گیا ہے۔ ڈاک کا پتہ بھیج کر بلا معاوضہ منگوائیں۔ براہ کرم تشریف نہ لائیں۔

شکوۂ ظلمت شب سے تو کہیں بہتر تھا — اپنے حصے کی کوئی شمع جلاتے جاتے (احمد فراز)

البلاغ فاؤنڈیشن
اسلامی خط وکتابت کورسز کا ادارہ

A-43، نثار روڈ، لاہور کینٹ
فون: 0333-4620717, 0321-4090779
ای میل: albalagh.43@gmail.com
ویب سائٹ: www.bismerabbee.com

انجمن خدام القرآن، لاہور کے شعبہ تحقیق اسلامی کے زیراہتمام پروگرام

”محاضراتِ علم الحدیث“

مرتب: مرتضیٰ احمد اعوان

27اور 28 جنوری 2018ء کو قرآن آڈیٹوریم کلیۃ القرآن، لاہور میں محاضرات علم الحدیث کا انعقاد کیا گیا۔ جس میں دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد کے ڈائریکٹر جنرل ڈاکٹر سہیل حسن صاحب کو خصوصی طور پر مدعو کیا گیا تھا۔ انہوں نے احادیث کے موضوع پر دو خصوصی لیکچرز دیئے۔ پہلا لیکچر ”تحقیق اخبار کا محدثانہ منہج“ اور دوسرا ”احادیثِ فتن اور اہل سنت کا موقف“ کے موضوع پر تھا۔ دونوں لیکچرز کے اختتام پر حاضرین کے سوالوں کے جوابات بھی دیئے۔ پروگرام کے سٹیج سیکرٹری کے فرائض قرآن اکیڈمی کے استاد رشید ارشد نے سرانجام دیئے۔

قرآن اکیڈمی کے استاد رشید ارشد نے اپنے افتتاحی کلمات میں فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ کی بشارت کے مطابق اس وقت ہم ایک ذکر کی محفل میں بیٹھے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کی حیثیت اس امت میں مرکز ملت کی ہے۔ 18ویں صدی میں پوری امت مسلمہ استعمار کا شکا ہوگئی۔ استعماری قوتوں نے ہمارے اوپر غلبہ حاصل کرنے کے لیے ہماری تہذیبی مظاہر کو ختم کیا۔ اسی لیے انہوں نے ہماری زبان، تعلیم، مدرسہ، خانقاہ، خاندانی نظام کو برباد کیا اور ابھی تک انہی کوششوں میں لگی ہوئی ہیں۔ انہوں نے نبی اکرم ﷺ کی شخصیت کو مجروح کرنے کے لیے دو اعتبارات سے کوششیں کیں: (1) نبی اکرم ﷺ کی سنت اور حدیث میں اشکالات پیدا کیے۔ (2) ختم نبوت کے معاملے کو کمزور کرنے کے لیے نئی نبوت کا ڈول ڈالا۔ جس کے لیے اس خطے میں غلام احمد قادیانی کا انتخاب کیا گیا۔ یعنی ایک ہی سٹروک سے جہاد اور محبت رسول ﷺ پر ضرب لگائی۔ آج نبی اکرم ﷺ کی احادیث کا انکار کرنے والے بے شمار لوگ موجود ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ جدید تہذیب کو اختیار کرنے میں سب سے بڑی رکاوٹ نبی اکرم ﷺ کی مبارک شخصیت ہے۔ رینڈ کارپوریشن کی رپورٹ کے مطابق استعماری قوتیں تین طرح سے اسلام کو نقصان پہنچانے میں مصروف ہیں۔ ایک عام مسلمانوں میں یہ بات بہت پھیلائی جائے کہ رسول ﷺ کی احادیث بہت زیادہ متنازع ہیں۔ دوسرے اصل احادیث کے مقابلے میں ایسی احادیث سامنے لائی جائیں جو جدید تہذیب کے لیے قابل قبول ہوں۔ یعنی میڈیا کے ذریعے کاؤنٹر احادیث کے مجموعے کو سامنے لایا جائے۔ تیسرے تمام مذاہب کو ملا کر ایک نیا مذہب بنانا، جس کے ذریعے اسلام کو ایک بالکل نرم، معصوم اور بے ضرر مذہب کے طور پر پیش کرنا مقصود ہے۔

ڈاکٹر سہیل حسن کا تعارف کراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کا خاندان تقریباً پانچ پشتوں سے حدیث کی خدمت میں لگا ہوا ہے۔ ان کے جداعلیٰ مولانا عبدالجبار عمرپوری اور دادا حافظ عبدالستار حسن دونوں اپنے دور کے بہت بڑے محدث گزرے ہیں۔ ان کے والد مولانا عبدالغفار حسن بھی محدث گزرے ہیں اور انہوں نے سولہ سال مدینہ یونیورسٹی میں تدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ ڈاکٹر سہیل حسن صاحب نے ابتدائی تعلیم سعودی عرب میں حاصل کی۔ پھر جامعۃ الامام ریاض سے علوم الحدیث میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ اسلامی یونیورسٹی میں تدریس کرتے رہے۔ ادارہ تحقیقات اسلامی کے رسالے کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آج کل دعوۃ اکیڈمی میں ڈائریکٹر جنرل کی ذمہ داریاں نبھا رہے ہیں۔ بہرحال ان مناصب کی اپنی جگہ اہمیت ہے لیکن ان کا سب سے بڑا اشرف نبی اکرم ﷺ کی سنت وحدیث کی خدمت ہے۔

دعوۃ اکیڈمی کے ڈائریکٹر جنرل اور اس تقریب کے مہمان خصوصی ڈاکٹر سہیل حسن نے ”تحقیق اخبار کا محدثانہ منہج“ کے موضوع پر لیکچر دیا۔ انہوں نے کہا کہ عربی زبان میں کسی نئی چیز کو حدیث کہا جاتا ہے۔ قرآن میں حدیث کا لفظ قصہ، کہانی، روایت کے الفاظ میں استعمال ہوا ہے۔ محدثین کے ہاں حدیث کا دائرہ بہت وسیع ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے افعال، اعمال، اقوال اور آپؐ کی سیرت وغیرہ سب کو حدیث میں شمار کرتے ہیں۔ سنت حدیث کے مترادف کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ محدثین نے ایک خبر کو یا حدیث کو نقل کرنے کے لیے کیا شرائط رکھی ہیں۔ کیونکہ ہر ایک سے حدیث نہیں لی جاسکتی۔ اس معیار کے حوالے سے محدثین کرام نے دو بنیادی چیزیں رکھی ہیں۔ (1) عدالت راوی (2) ضبط راوی۔ عدالت سے مراد وہ چیز ہے جو انسان کو تقویٰ اور شرافت پر قائم رکھتی ہے۔ یعنی جس شخص میں عدل کی یہ صفات موجود ہوں گی تو وہی شخص پھر اس چیز کو بیان کرسکتا ہے۔ یعنی وہ شخص عاقل و بالغ ہو، اور اپنے عقائد اخلاق اور اعمال کے لحاظ سے بالکل واضح ہو۔ تب ہی وہ عادل کہلائے گا۔ اور وہ ہر قسم کے فسق وفجور سے پاک ہو یعنی وہ کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچنے والا ہو۔ پھر اس پر جھوٹ کی تہمت بھی نہ ہو۔ ظاہر ہے نبی اکرم ﷺ کے حوالے سے جھوٹ بولنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ اسی طرح ضبط سے مراد یہی ہے کہ ہم حدیث کو کس طرح محفوظ رکھ سکتے ہیں۔ محدثین اپنے سینوں میں محفوظ رکھتے تھے اور وہ احادیث کو لکھا کرتے تھے تاکہ ان کو آگے پہنچایا جاسکے۔ لہٰذا اس حوالے سے وہی شخص قابل قبول ہوگا جو ضبط صدر اور ضبط کتاب پر پورا اُترنے والا ہو۔ اور وہ پوری طرح چوکنا ہو۔ جو لوگ سست، غفلت والے، کمزور حافظے والے اور بوڑھے لوگ یعنی جن کی یادداشت کمزور ہوچکی ہے وہ حدیث بیان کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

محدثین نے اس حوالے سے چیک کرنے کے لیے دو طریقے رکھے ہوئے تھے۔ ایک تلقین الراوی۔ یعنی راوی کو اس کی احادیث دے کر پوچھا جاتا ہے کہ کیا واقعی یہ تمہاری روایات ہیں۔ جو صحیح راوی ہوگا وہ پھر بالکل کھل کر کہے گا کہ یہ میری ہیں اور میں نے اپنے استاد سے لی ہیں۔ دوسرا طریقہ مذاکرہ کا ہے جس میں راوی سے حدیث پوچھی جاتی ہیں اگر اسے یاد آتی ہے تو وہ پھر صحیح ہے۔ محدثین، مفسرین اور مؤرخین بغیر سند کے کوئی چیز نقل نہیں کرتے تھے۔ آج میڈیا میں کوئی بھی خبر آتی ہے اسے بریکنگ نیوز کے طور پر نشر کردیا جاتا ہے۔ اس کا کوئی چیک اینڈ بیلنس نہیں رکھا جاتا۔ قرآن مجید میں حکم ہے کہ کوئی خبر آئے تو اس کی تحقیق کرلیا کرو اس حکم پر محدثین نے عمل کر کے دکھایا لیکن یہ حکم تمام ذرائع ابلاغ کے لیے ہے۔ محدثین احادیث کی جرح وتعدیل کے اصول پر شدت سے عمل کرتے تھے۔ یعنی انہوں نے راوی اور احادیث کو تنقیدی انداز سے جانچ پرکھ کر کے آگے ہمارے لیے بھیجا۔

کیونکہ نبی اکرم ﷺ بھی صحابہ کی جرح وتعدیل کرتے تھے۔ جو شخص اسباب جرح و تعدیل سے واقف نہیں ہوتا تھا اس سے حدیث نہیں لی جاتی تھی۔ محدثین نے حدیث کے نقاد کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ (1) متشدد (2) معتدل۔ (3) متساہل۔ آج ہمیں صحافت کے میدان میں بھی ان چیزوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔ ہم ان اصولوں کو سامنے رکھ کر اپنی صحافت کو بہتر کرسکتے ہیں۔

حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے ہو ڈاکٹر سہیل حسن نے کہا کہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد اُمت مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئی اس کے بعد محدثین نے احادیث کی چھان پھٹک کے لیے قواعد ضوابط مرتب کردیئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ضعیف اور من گھڑت روایات احادیث کی کتابوں میں آگئیں۔ لیکن الحمدللہ صحاح ستہ میں یہ روایات بہت تھوڑی ہیں۔ بخاری اور مسلم میں تو بالکل ہی نہیں ہیں۔ البتہ سنن ابن ماجہ میں کچھ موضوع روایات آئی

ہیں۔ پھر محدثین کرام نے ان اصولوں کی روشنی میں بتا دیا ہے کہ کون سی حدیث کس درجے کی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں قرآن کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہاں حدیث کا بھی ذمہ لیا ہے۔ محدثین کرام کا یہ کام جو آج تک چلا آ رہا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ہی ممکن ہوا ہے۔ آج بھی مدینہ منورہ میں ڈاکٹر ضیاء الرحمٰن اعظمی نے سولہ جلدوں پر مشتمل ''الحدیث الصحیح الکامل والشامل'' کے نام سے ایک مجموعہ ترتیب دیا ہے جو صرف صحیح احادیث پر مبنی ہے۔ محدثین نے حدیث کی تین قسمیں بیان کی ہیں۔ (1) صحیح (2) حسن (3) ضعیف۔ ان میں پہلی دو کے مطابق ہم نے عمل کرنا ہے۔ ہمیں حدیث کی اصل کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

آخر میں صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ جب 1962ء میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد نے منٹگمری (ساہیوال) میں دار المقامہ قائم کیا تھا۔ ہم چھ سات طلبہ اس میں مقیم تھے۔ وہاں ہمیں عربی، قرآن اور حدیث پڑھانے کے لیے پہلے سہیل صاحب کے بڑے بھائی ڈاکٹر صہیب حسن تشریف لائے، لیکن جب انہیں مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ مل گیا تو ان کے والد مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ تشریف لائے اور ان سے ہم نے مختلف مضامین پڑھے۔ ان کی فیملی کے ساتھ تعلق کی ایک طویل داستان ہے۔ ڈاکٹر صہیب حسن صاحب گزشتہ چالیس بیالیس سال سے انگلینڈ میں مقیم ہیں، اور ماشاء اللہ وہاں بہت کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے ''انگلستان میں اسلام'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کو دعوۃ اکیڈمی اسلام آباد نے پبلش کیا ہے۔ بہت عمدہ کتاب ہے اور اس میں بہت معلوماتی چیزیں ہیں۔ قرآن اکیڈمی کے نوجوان طلبہ سے کہوں گا کہ وہ اس کا مطالعہ ضرور کریں۔ موجودہ حالات جس طرف جا رہے ہیں اس وقت ہمارے پڑھے لکھے لوگ "Intellectual spritual Schizophrenia" میں مبتلا ہیں۔ یعنی ایک طرف مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اور اسلام سے بھی ناطہ نہیں توڑنا چاہتے لیکن دوسری طرف ذہنی اور ثقافتی لحاظ سے ہم اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ چنانچہ ہم نے ان محاضرات کا سلسلہ شروع کیا ہے۔ ہمیں یہ یقین ہونا چاہیے کہ ہم نے اللہ کی کتاب قرآن اور رسول ﷺ کی سنت وحدیث سے اپنے تعلق کو استوار کرنا ہے۔ ورنہ Schizophrenia کا شکار ہو سکتے ہیں۔ میری دعا ہے کہ اللہ ہمیں اس مرض سے بچائے اور ایک صحیح مومن کی شکل میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اخروی زندگی میں کامیاب ہوں۔

دوسرے دن پروگرام کا آغاز گیارہ بجے ہوا۔ سٹیج سیکرٹری رشید ارشد نے ابتدائیہ کلمات میں کہا کہ جہاں نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اللہ تعالیٰ سے متعارف کروایا، ہمارے معتقدات وایمانیات کو درست کیا وہیں پر آپؐ نے آنے والے فتنوں سے بھی باخبر کیا۔ تاکہ امت مسلمہ فتنوں کے اسباب سے بچ سکے۔ نبی اکرم ﷺ دعا میں ہر طرح کے فتنے سے پناہ طلب کرتے تھے۔ تمام انبیاء سے بڑھ کر نبی اکرم ﷺ نے قرب قیامت کے حالات کے بارے میں اپنی امت کو متنبہ فرمایا کیونکہ آپؐ آخری نبی اور رسول ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے کوئی فتنہ المسیح الدجال کے فتنے سے بڑا نہیں ہے۔ اب یہ بات واضح ہے کہ دجال کا خروج آپؐ ہی کی اُمت میں ہونا ہے۔ قرب قیامت سے متعلق احادیث کو علماء بیان کرتے ہیں تو لوگ ایسی باتوں کو مذاق سمجھتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح موت ایک حقیقت ہے اسی طرح اس کائنات کی موت بھی ایک حقیقت ہے۔ لہٰذا ایسے حقائق کو قریب ہی سمجھنا چاہیے۔ ہر دور کے علماء نے لوگوں کو قیامت کے قریب ہونے کی ہی خبر دی ہے۔ 1991ء میں جب عراق نے کویت پر حملہ کیا تھا تو اس کے بعد سے قرب قیامت کے حوالے سے بہت زیادہ لٹریچر منظر عام پر آیا۔ اور یہ سارا لٹریچر ایک پرانی کتاب ''کتاب الفتن'' کی روایات کو سامنے رکھ کر مرتب کیا گیا۔ لیکن اس میں خرابی اس وقت پیدا ہوئی جب بعد میں ہونے والے واقعات پر ان روایات کا اطلاق کیا گیا۔ اور اکثر پڑھے لکھے لوگوں میں رسول اللہ ﷺ کے کلام کے حوالے سے تشکیک پیدا ہونا شروع ہوگئی۔ آج ان چیزوں کو الیکٹرانک اور سوشل میڈیا legitimize کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے لوگوں میں قرآن وحدیث کے علم سے مناسبت بہت کم ہو چکی ہے۔

مہمان خصوصی ڈاکٹر سہیل حسن نے ''احادیث فتن اور اہل سنت کے موقف'' پر لیکچر دیتے ہوئے کہا کہ لفظ فتنہ یا فتن ابتلاء وآزمائش کے لیے بولا جاتا ہے۔ قرآن مجید اور احادیث میں اس کا مفہوم شرک، ابتلاء وآزمائش، امتحان، عذاب، گناہ، کفر اور قتل وغارت، شر، گمراہی اور عبرت وغیرہ کے معنوں میں لیا گیا۔ احادیث فتن کو سامنے رکھیں تو نبی اکرم ﷺ اپنی امت کو ڈرایا کرتے تھے کہ وہ فتنوں سے دور رہیں اور فتنوں کے دور کی نشانی یہ ہوگی کہ زمانہ قریب آ جائے گا، وقت میں برکت ختم ہو جائے گی۔ یہ مشاہدات ہم آج کے دور میں کر رہے ہیں۔ اگر ہم اپنے معاملات میں ان احادیث کو سامنے رکھیں گے تو پھر اپنے اعمال کی افراط وتفریط سے محفوظ رہیں گے۔ جس طرح صحابہ کرامؓ کے سامنے اس طرح کے بے شمار فتنے پیدا ہوئے تھے اور انہوں نے قرآن وسنت کو سامنے رکھ کر ان کا مقابلہ کیا اور اپنے آپ کو ان سے محفوظ کیا۔ علماء نے احادیث فتن کو سمجھنے کے لیے مختلف قواعد وضوابط مرتب کیے ہیں۔ ہمیں احادیث کے مطالعے کے وقت ان اصولوں کو سامنے رکھنا چاہیے۔

(1) جب بھی کوئی فتنے کی بات ہو یا حالات کے بدلنے کی بات ہو تو اس میں ہمیں تین چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔ ایک نرمی، دوسری تحمل اور تیسری حلم وبردباری۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس آدمی میں نرمی ہوگی تو وہ کسی بھی شے کو خوبصورت بنا دے گا اور جس میں یہ صفت نہیں ہے وہ اس شے کو بدصورت بنا دے گا۔ لہٰذا ہمیں ہر معاملے کو نرمی کے ساتھ حل کرنا چاہیے کیونکہ کوئی بھی معاملہ ہو اگر اس میں سختی، تشدد، تعصب آ جائے گا تو وہ برباد ہو جائے گا۔ دوسری چیز برداشت یعنی معاملہ جلد بازی سے نہیں حل کرنا چاہیے۔ اگر کوئی مسئلہ پیش آئے تو فوراً فیصلہ دینا نہیں چاہیے بلکہ سوچ سمجھ کر تحمل کے ساتھ اس کی گہرائی تک پہنچنا ہے۔ کیونکہ یہ معاملہ نبی اکرم ﷺ کے علم کا ہے کوئی عام معاملہ نہیں ہے۔

(2) کسی بھی معاملے میں اس وقت تک کوئی فیصلہ نہیں دے سکتے جب تک کہ اس کے بارے میں ہمارے پاس تصور نہ ہو۔ کیونکہ کسی چیز کے بارے میں فیصلہ دینا اس کے تصور کا ہی نتیجہ ہوتا ہے۔ یعنی کسی چیز کے بارے میں معلوم ہی نہ ہو تو پھر ہم اس کے بارے میں فیصلہ کیسے دے سکتے ہیں۔ ہمارے پاس اس کے بارے میں مکمل معلومات ہونی چاہیے۔ اور ہمیں یہ بھی پتا ہو کہ اس مسئلے کے بارے اللہ ورسول ﷺ نے کیا کہا ہے۔

(3) ہر معاملے میں عدل وانصاف کو سامنے رکھنا ہے۔ یعنی کسی مسئلے کے صرف ایک پہلو کو نہیں دیکھنا بلکہ اس کے مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں کو سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس بارے میں ہمارا دین ہمیں کیا راہنمائی دیتا ہے۔

(4) (واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا) کے قرآنی اصول کو سامنے رکھنا ہے۔ یعنی اجتماعیت کو پکڑنا اور تفرقہ، انتشار سے بچنا ہے۔ کیونکہ انتشار چاہے افکار میں ہو، اعمال میں ہو، اقوال میں ہو وہ ایک عذاب ہے۔ علماء ومحدثین کا ایک ہی قول ہے کہ جب تک اتحاد امت نہیں ہوگا اس وقت تک نجات نہیں ہوگی اور جو فرقہ واریت میں جاتا ہے وہ تباہ ہو جاتا ہے۔

(5) جو نئی جماعتیں اور گروپس ہیں ان کے لیے ہمارے پاس ایک کسوٹی ومعیار ہونا چاہیے۔ ہمارے پاس میزان ہونا چاہیے جس کے ذریعے انہیں پرکھ سکیں۔ یعنی یہ دیکھا جائے کہ وہ اسلام کے مطابق ہے یا نہیں۔ اور اسلام کے حوالے سے اس میں کتنی استقامت ہے، کہ اس میں صرف ظاہری اسلام ہی ہے یا اس کے اندر حقیقی اسلام ہے۔ یعنی اس کے اندر توحید ورسالت

کا کیا معیار ہے۔ ان کا منشور کیا ہے، اور وہ اپنے قول وفعل میں سچے اور کھرے لوگ ہوں۔

(6) پھر حکمرانوں کو نصیحت کیسے کرنی ہے ۔جس طرح آج ہمارے معاشرے میں لوگ حکمرانوں کو مخاطب کرتے ہیں جس میں بدتمیزی کا پہلو ہوتا ہے ایسے نہیں ہونا چاہیے ۔ بلکہ صحیح طریقہ یہی ہے کہ ان کے لیے دعا کی جائے ۔ ہمارے سلف کے ائمہ اپنے حکمرانوں کے لیے کثرت سے دعا کرتے تھے۔ پھر ہر چیز نہیں بیان کی جاتی بلکہ سوچ سمجھ کر حکمرانوں کے بارے میں بات کرنی ہے ۔یعنی ایسی بات نہیں کہنی چاہیے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں انتشار پیدا ہو جائے ۔لہٰذا وہی بات کہو جس سے حقیقت میں لوگوں کو فائدہ ہو۔ایسی باتیں نہیں پھیلانی چاہیے جن میں حکمرانوں کے خلاف بغاوت پر اکسایا جائے۔ائمہ کرام ایسی احادیث کو پھیلانا مکروہ قرار دیتے تھے۔

(7) قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کے ساتھ دوستی ،محبت ،مودت کا حکم دیا ہے۔ خاص طور پر علماء کرام کے ساتھ جو توحید ،قرآن وسنت کے علمبردار ہیں اور موجودہ حالات کو سمجھتے ہوئے شرعی حکم دے سکتے ہوں ۔کیونکہ شرعی حکم بیان کرنا بھی بڑی مہارت ہے۔لہٰذا کوئی بھی مسئلہ درپیش آئے تو ان سے معلوم کیا جائے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

(8) غیر مسلموں کے ساتھ ہمارا کیا تعلق ہونا چاہیے۔ان کی مدد کرنا، ان سے دوستی اور ان کے ساتھ محبت جائز نہیں البتہ ان سے مدد لے سکتے ہیں۔

حاضرین کے سوالات کا جواب دیتے ہوئے ڈاکٹر سہیل حسن نے کہا کہ ہمیں صحابہ کے اختلافات کو بالکل صحیح احادیث کی روشنی میں دیکھنا چاہیے ایسا نہ ہو کہ ہم ان پاکیزہ ہستیوں کے خلاف کوئی بات کہہ دیں جو گستاخی والی ہو۔ اگر ضعیف حدیث میں گہرا ضعف نہیں ہے یا اس طرح کی دوسری احادیث موجود ہیں تو اس کو حسن لغیرہ سمجھا جائے گا۔ضعیف حدیث کے بارے میں تین موقف ملتے ہیں: (1) اس کو رد کیا جائے گا۔(2) اس پر عمل کیا جائے گا۔ (3) بعض شرائط کی بنا پر اس پر عمل کیا جائے گا۔لیکن ہمارے پاس صحیح احادیث کا بے شمار ذخیرہ ہے،ہمیں اپنی توجہ اسی پر مرکوز کرنی چاہیے۔

آخر میں صدر انجمن ڈاکٹر ابصار احمد نے اپنے خطاب میں کہا کہ بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کو ہم سے رخصت ہوئے آٹھ سال ہونے والے ہیں۔انہوں نے اپنی ساری زندگی دین کی خدمت کرتے ہوئے گزاری۔ ڈاکٹر صاحب فرماتے تھے کہ دین کے مصادر دو ہیں ایک قرآن پاک اور دوسری حدیث رسولؐ ۔ چونکہ احادیث کا مجموعہ بہت وسیع ہے لیکن ہمیں کم سے کم صحاح ستہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ کیونکہ محدثین نے ان پر بہت محنتیں کی ہیں۔ ہمیں صرف قرآن کو ہی ہدایت کا منبع و سرچشمہ نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اس کے ساتھ احادیث اور رسول ﷺ کی سیرت کا مطالعہ مسلسل کرتے رہنا چاہیے۔ مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا مودودی، سید قطب اور ڈاکٹر اسرار احمدؒ جیسی شخصیات نے یہ تصور عام کیا کہ اسلام صرف مذہب نہیں بلکہ دین ہے۔ موجودہ دور میں بھی ڈاکٹر شبیر اختر، جو انگلینڈ میں پلے بڑھے، وہیں تعلیم حاصل کی ،وہ بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ اسلام پورے دین کا نام ہے نہ کہ صرف انفرادی عبادات کا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس طرح کے علمی محاضرات منعقد ہونے چاہییں ۔عزیزم رشید ارشد اس سلسلے میں کوششیں کر رہے ہیں۔ لیکن دوسرے نوجوانوں کو بھی اس کام کے لیے آگے آنا چاہیے اور وہ فورمز کو چلانے کی کوشش کریں۔ تاکہ لوگوں کو ان سے motivation ملے۔ہم اس وقت دنیا کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں لیکن نبی اکرم ﷺ کی حدیث کے مطابق اصل دانا وہ ہے جو موت کے بعد کی زندگی کے لیے محنت و کوشش کرے۔ اس حدیث کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی زندگی گزارنی چاہیے۔

تازہ شمارہ
جنوری تا مارچ 2018ء

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب
علوم وحکم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن لاہور

بیاد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین ـــ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

اس شمارے میں

ازکجا تابہ کجا......؟ ـــ حافظ عاطف وحید
مِلاکُ التأویل (۱۲) ـــ ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
کتابت مصاحف اور علم الرسم ـــ پروفیسر حافظ احمد یارؒ
اسلام میں عورت کا مقام
اور میاں بیوی کے معاملات (۴) ـــ پروفیسر حافظ قاسم رضوان

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی
Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 60 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 240 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-042-35869501

شعبہ خط و کتابت کورسز کی تاریخ میں ایک اور سنگ میل کا اضافہ!!

آن لائن کورس

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں؟ ازروئے قرآن ہماری دینی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ نیکی اور تقویٰ اور جہاد اور قتال کی حقیقت کیا ہے؟
کیا آپ دین کے جامع اور ہمہ گیر تصور سے واقفیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟
کیا آپ قرآن حکیم کی فکری اساس اور بنیادی عملی ہدایات سے روشناس ہونا چاہتے ہیں؟
کیا آپ نجی مجالس میں اسلام پر ہونے والی تنقید کا مناسب اور مدلل جواب دینے کی اہلیت حاصل کرنا چاہتے ہیں؟

تو

صدر مؤسس مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور کے مرتب کردہ
"مطالعہ قرآن حکیم کا منتخب نصاب" پر مبنی
"قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی کورس" سے استفادہ کیجیے
یہ کورس (جو ایک عرصہ سے بذریعہ خط وکتابت کروایا جا رہا ہے) شائقین علوم قرآنی کی دیرینہ خواہش پر

الحمدللہ!
اب یہ کورس آن لائن (ONLINE) بھی شروع ہو چکا ہے

برائے رابطہ: انچارج شعبہ خط وکتابت کورسز، قرآن اکیڈمی، K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
E-mail:distancelearning@tanzeem.org فون: 3-(92-42)35869501

Will Lebanon be the Next Energy War?

A new geopolitical confrontation is shaping up in the Middle East, and not only between Israel and Syria or Iran. Like most conflicts there, it involves a fight for hydrocarbon resources – oil and gas. The new focus is a dispute between Israel and Lebanon over the precise demarcation of the Exclusive Economic Zone between the two countries. The prime actors at present, in addition to the governments of Israel and Lebanon include Russia, the Lebanese Hezbollah, Syria, Iran and the US in the shadows. The latest Israeli attacks on Hezbollah camps inside Syria are closely tied to the Israeli aim to prevent a land link from Iran through Syria to the Hezbollah home-base infrastructure in Lebanon. The whole situation has the potential to lead to an ugly wider war nobody wants, at least almost nobody.

In 2010 the oil and gas geopolitics of the Mediterranean changed profoundly. That was when a Texas oil company, Noble Energy, discovered a huge deposit of natural gas offshore Israel in the Eastern Mediterranean, the so-called Leviathan Field, one of the world's largest gas field discoveries in over a decade. The same Texas company later confirmed significant gas resources offshore in Cyprus waters near the Israeli Leviathan, called Aphrodite. Until recently, political paralysis inside Lebanon and the war in Syria had prevented Lebanon from actively exploring its offshore gas and oil potential. Now that's changing. With the change, the tensions between Israel and Lebanon are escalating, and Russia is engaging in Lebanon in a bold way.

At a formal ceremony in Beirut on February 9 (2018), together with Lebanese President Michel Aoun, the heads of Total, ENI and Russia's Novatek signed the first agreements to drill for oil and gas in the offshore sector claimed as part of Lebanon's Exclusive Economic Zone (EEZ). The event drew a sharp attack from Israeli Defense Minister Avigdor Lieberman who called Lebanon's exploration tender "very provocative," declaring Lebanon had put out invitations for bids from international groups for a gas field "which is by all accounts ours." The energy tenders from Lebanon take place amid a backdrop of dramatic new defense relations between Russia and Lebanon, creating an entirely new political calculus in the Mediterranean region.

What's clear at this point, after some eight years of exploration offshore in the Eastern Mediterranean, is that the region is awash with hydrocarbons, something neither Israel nor Lebanon had previously been able to find. For Lebanon, to develop its own sources of natural gas would be a literal godsend. The country has been subjected to electricity blackouts since the 1975 civil war. The country daily must experience cuts in electricity, because the peak demand exceeds production by a large margin. Lacking its own gas or oil Lebanon must import expensive diesel fuel at an annual loss to the economy of some $2.5 billion. Lebanon is one of the world's most indebted countries with debt to GDP of some 145%. The Syrian war and internal Lebanese political stalemate have frozen its offshore energy exploration until now.

A UK company, Spectrum, conducted geophysical surveys in the offshore Lebanese section of the Levant Basin in recent years, including 3D seismic, and estimated that the

section of the Levant Basin in recent years, including 3D seismic, and estimated that the Lebanese waters could hold up to 25 trillion cubic feet of economically recoverable gas. Development of those gas reserves would alter the entire economy of Lebanon. Until now the war in Syria and political paralysis inside Lebanon had prevented exploitation of the offshore region.

Given the potential for conflict over the energy resources of the region, it's no coincidence that just as Lebanon welcomes the participation of a major Russian oil company, Novatek, in development of its offshore resources, the Russian government has authorized the Russian Defense Ministry to prepare a military cooperation treaty that includes a "comprehensive framework for coordination," with the Lebanese military. The framework reportedly includes joint military exercises and Russian usage of Lebanese ports and airfields as well.

The Russian-Lebanese cooperation reportedly also includes, "exchanging information on defense means and enhancing international security capabilities; activating anti-terror cooperation; improving joint cooperation in the fields of cadre training, military exercises and armed forces building; exchanging IT expertise; establishing mechanisms for cooperation between the two countries' armies." In short it is major.

This, in addition to the now-permanent Russian bases in Syria – the Hmeimim air base and the Russian Naval base at Tartus on the Mediterranean – is a major move on Russia's part to establish a permanent ongoing role in the volatile region as peace-broker or mediator as the credibility of Washington with her broken promises declines. This Russia-Lebanon deal is not exactly what is on Netanyahu's wish list. The dramatic Israeli attacks inside Syrian airspace since February 10 (2018) indicate what seems to be a preemptive Israeli decision to try to disrupt the de facto Iran-Syria-Lebanon supply lines that could sustain the Hezbollah in Lebanon, that have begun to emerge in recent months.

Well before the latest Israeli strikes inside Syria recent Israeli press stories carried provocative headlines such as the recent one from the English-language Jerusalem Post: "5 reasons why Israel is ready for war with Hezbollah in Lebanon." Last November (2017) a second front in a possible Israeli war against Lebanon's Hezbollah was mooted when Saudi Crown Prince and future king, Mohammed bin Salman, abruptly summoned Lebanese Prime Minister Saad Hariri to Riyadh to read a prepared statement of resignation. In the statement Hariri warned that unless Hezbollah ended its support for the anti-Saudi forces in Yemen as well as the pro-Assad Syrian engagement, the Saudis were prepared to impose severe economic sanctions on Lebanon as they did to Qatar. That would be devastating as the economically distressed Lebanese economy depends on remittances from some 400,000 Lebanese working in the Gulf who send home up to $8 billion yearly.

If Russia is able to contain these forces from an all-out war is not yet clear. The Russian decision to sign a military cooperation agreement with Lebanon at the same time a leading Russian energy company wins rights to drill for oil and gas offshore Lebanon is no spur-of-the-moment decision. It is a calculated chess move in one of the most entangled lands of the world. For the good of mankind let us hope it succeeds in restraining the war interests.

Source: ***Adapted from an article written by F. William Engdahl for Global Research***

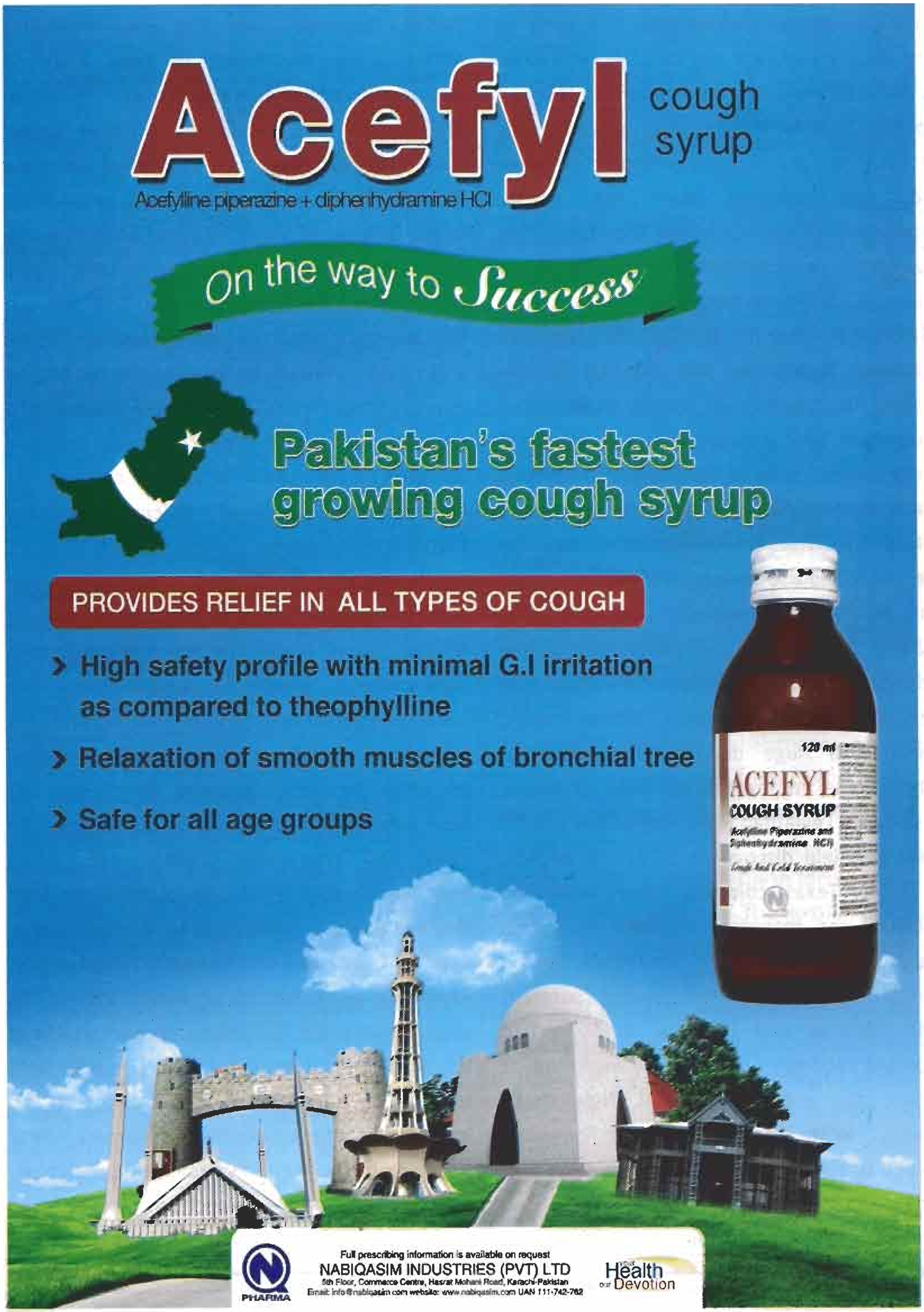
Acefyl
cough syrup
Acefylline piperazine + diphenhydramine HCl
On the way to Success
Pakistan's fastest growing cough syrup
PROVIDES RELIEF IN ALL TYPES OF COUGH
› High safety profile with minimal G.I irritation as compared to theophylline
› Relaxation of smooth muscles of bronchial tree
› Safe for all age groups
120 ml
ACEFYL
COUGH SYRUP
PHARMA
Full prescribing information is available on request
NABIQASIM INDUSTRIES (PVT) LTD
5th Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road, Karachi-Pakistan
Email: info@nabiqasim.com website: www.nabiqasim.com UAN 111-742-762
Health
our Devotion